یا اللہ جل جلالہ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لا تنکحوا النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الاکفاء (الحدیث)

ترجمہ: عورتوں کے نکاح فقط اُن کے اولیا کریں اور غیر کفو اُن کا نکاح نہ کیا جائے۔

تکریم سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فی بیان

عدم التکافو
بین السیدہ وغیر السید

مؤلفہ

مفتی و مولانا فیض احمد صاحب فیض دربار گولڑہ شریف

یا اللہ جل جلالہ　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم　　یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ○ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ (سورۃ اخلاص پ۳۰)

ترجمہ۔ آپ فرمادیجئے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اُس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہیں ہے اُس کے جوڑ کا کوئی

الا لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن الا من الاکفاء (الحدیث)

ترجمہ:- عورتوں کے نکاح فقط اُن کے اولیاء کریں اور بغیر کفو اُن کا نکاح نہ کیا جائے۔

تکریم سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فی بیان

عدم التکافو بین السید و غیر السید

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہارِ شرف کی بناء پر کوئی غیر سید فاطمیہ سیدہ کی کفو نہیں۔

حسب فرمائش

حضرت السید غلام معین الدین شاہ و حضرت السید شاہ عبد الحق گیلانی فیض ظلہما العالی

کتبہ:- افقر العباد الی اللہ الصمد فیض احمد مقیم دربار گولڑہ شریف

(مفتی و اوّل مدرس) جامعہ غوثیہ مہریہ

مقامِ اشاعت ———— گولڑہ شریف ضلع اسلام آباد

تاریخِ اشاعت ———— شوال المکرم ۱۴۱۱ھ بمطابق مئی ۱۹۹۱ء

خطاطی :۔ خوشی محمد ناصر قادری خوش رقم جالندھری
بنک کالونی سمن آباد۔ لاہور

مطبوعہ :

پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ جی ٹی روڈ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

وجہِ تالیف

اَقُولُ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق۔ مسئلۂ کفو اور اُس کے بارے میں پیدا ہونے والے مختلف سوالات کے متعلّق عرصہ دراز سے ہر مکتبِ فکر کے اہلِ علم حضرات اپنے خیالات کا اظہار کرتے آتے ہیں جیسا کہ اہلِ علم پر مخفی نہیں۔ حدیث وفقہ میں بھی کفوءِ شرعی کے مسائل تفصیلاً مذکور ہیں۔

دربارِ عالیہ گولڑہ شریف میں اِس ناچیز کے پاس تقریباً تیس ۳۰ سالہ طویل قیام کے دَوران بارہا اِس مسئلہ کے متعلّق ایسے سوالات آتے رہے جن کے جوابات کی نقول ابھی تک محفُوظ ہیں اَور جو کتاب وسُنّت اور اکابرِ اہلسُنّت و حضرت مجدّدِ مِلّت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ کی تصانیف و تعلیمات کی روشنی میں لکھے گئے اَور جنہیں حضرت قبلہ مجدّدِ مِلّت کے فرزندِ ارجمند و خلفِ رشید حضرت سیّد غلام مُحی الدّین المعرُوف بابُوجی نوّر اللّٰہ مرقدہٗ نے سُن کر اظہارِ پسندیدگی فرمایا بلکہ ایک موقع پر اِس قسم کے ایک جواب کو سُن کر فرمایا ”کیا ہی اچّھا ہوتا کہ ایک عام سوال وجواب کی صُورت ہو جاتی کیونکہ یہ جُزوی واقعات کے فتاوٰی ہیں۔ عام نہ ہونے کی وجہ سے ہر ضرورت مند کا ان سے اِستفادہ مُمکن نہیں۔“

حُسنِ اِتفاق سے حضرتؒ کے وصال کے کافی عرصہ بعد حال ہی میں آپ کے فرزندانِ گرامی حضرت سیّد غلام مُعین الدّین شاہ مدظلّہ العالی و حضرت سیّد شاہ عبدالحق صاحب

مدظلہ العالی نے پھر اُسی امر کا تقاضا کیا۔ گو بہتّر سال کی عُمر ہونے کے علاوہ دیگر جسمانی عوارض اور ضروری علمی مصرُوفیات راقم کے لیے زیادہ دماغی کام سے مانع ہیں۔ مگر حضرات کے حسبِ ارشاد انہی سابقہ جوابات کی روشنی میں کچھ لکھنا پڑا۔ جو ہدیۂ قارئین ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰه۔

نیاز مندِ اَھلُ اللہ
فیض احمد عفی عنہ

یکم مُحرّم الحرام
۱۴۱۱ سنہ ھ

لفظِ سیّد کے معانی کی تحقیق

عربی زبان میں لفظِ سیّد بطورِ صفت اِستعمال ہوتا ہے جس کی اصل اہلِ بصرہ کے نزدیک "سیوُد" بروزنِ "فیعِل" ہے قواعدِ عربیہ کی وجہ سے سیّد ہوا۔ اِس کا ماخذ "سود" اور سیادہ ہے۔ جس کا معنی لغت کی مشہور کتاب "صراح" میں "مہتر شدن" لکھا ہے یعنی سردار[1] اور بزرگ ہونا۔ عربی میں کہا جاتا ہے "ساد قومه فهو سيدهم وهم سادة" یعنی وہ شخص قوم کا سردار ہوا۔ اور سیّد کی جمع سادۃ ہے جیسے قائد کی جمع "قادۃ" ہے جس سے لفظ سادات ماخوذ ہے۔

حضور رحمۃً لِلعالمین سیّد الاوّلین والآخرین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مدحیہ طور پر یہ کلمہ حضرت سیّدۃ النّساء فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے دونوں فرزندوں حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق ارشاد فرمایا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ اسی مناسبت سے ان حضرات کی اولادِ امجاد کو جنوبی ایشیا کے اکثر ممالک، خصوصاً برِصغیر پاک و ہند، میں سیّد اور سادات کہا جاتا ہے۔ جب کہ بعض عربی ممالک میں انہیں شریف اور شرفاء کہتے ہیں مفہوم دونوں الفاظ کا قریب قریب ایک ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم

---

[1] چنانچہ بعض الفاظ کے لغوی اور عُرفی دونوں معانی اِستعمال ہوتے ہیں جیسے صلوٰۃ بمعنی دُعا اور زکوٰۃ بمعنی صفائی، عربی میں ان معانی مذکورہ کے ساتھ بمعنی نماز اور زکوٰۃِ مال شرعی لحاظ سے عرفِ شرع میں مشہور ہیں۔

اِسی طرح سیّد بمعنی سردار یا بمعنی جناب عربی میں عام استعمال ہے۔ شریف ہم اچھے انسان کو کہتے ہیں جب کہ عرب علاقوں میں سادات کرام کو شرفاء کہتے ہیں۔

کے جدّی خاندان قریش پھر بنی ہاشم خصوصاً چاروں حضرات خلفائے راشدین، حضراتِ عشرہ مبشرہ اور پھر آنحضرتؐ کے اہل بیت، ازواجِ مطہرات اور فرزندانِ گرامی اور صاحبزادیوں خصوصاً حضراتِ حسنینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اُن کی والدہ ماجدہؓ کے احوال و فضائل کے متعلق کتاب و سُنّت اور تاریخ کی معتبر کتابوں کے حوالے سے اکابر عُلماء نے کافی کتابیں لکھی ہیں جن میں سے تقریباً بیس۲۰ سے زیادہ مستند کتابوں کے نام حضرت قبلہ مجدّدِ ملّت اعلیٰحضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی سوانح حیات "مہرِ مُنیر" مطبوعہ لاہور کی ابتدا میں راقم نے درج کیے ہیں اور انہی کتابوں میں سے فضائلِ اہلبیت پر راقم نے تقریباً دو فصلیں اِس کتاب میں بھی تحریر کی ہیں۔ ان میں سے ایک اقتباس یہاں قارئینِ کرام کے پیشِ نظر ہے۔

(اقتباس از "مہرِ مُنیر"۔ حضرات حسنینِ کریمین علیہما السّلام فرزندانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے قرب و قرابت کا جو شرف اہلِ بیتِ کرام میں سے حضرت سیّدۃ النّساء فاطمۃ الزّہرا، سرکارِ ولایت سیّدنا علی اور حسنینِ کریمین علیہم السّلام کو ہے اس میں کوئی بھی ان کی برابری نہیں کرسکتا۔ اس کے لیے یہ آیتِ مبارکہ:-

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ	تو کہہ دے آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے
وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ کُمْ وَاَنْفُسَنَا وَ	بیٹوں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں
اَنْفُسَکُمْ۔ (آلِ عمران، آیت ۶۱)	اور اپنی جانوں اور تمہاری جانوں کو بلائیں

اور اس پر آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا حسنینِ پاکؓ کو بطور اپنے بیٹوں کے ہمراہ لینے کا عمل ہی کافی ثبوت ہیں۔ چنانچہ علّامہ سلیمان حنفیؒ نے "ینابیع المودۃ" میں، علّامہ زرقانی المالکیؒ

نے "شرح مواہب اللّدنیہ" میں، علاّمہ سمہودی الشّافعیؒ نے "جواہر العقدین" میں اَور شیخ عبدالحقؒ محدّث حنفی دہلوی نے "مدارِجُ النّبوّۃ" میں اِس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ فرزندانِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم ہونے کا شرف صرف حسنینؓ پاک اَور اُن کی ذُرّیّت کو حاصل ہے۔

علاّمہ زمان شیخ محمّد ابنِ علی صبان مِصریؒ اپنی کتاب "اسعافُ الرّاغبین فی سیرۃ المصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم واہل بیتہ الطّاہرین" میں فرماتے ہیں: "اَور اہلِ بیت کے فضائل میں سے ہے کہ جنابہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اَولاد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اَولاد اَور فرزند کہلاتے ہیں اَور آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ صحیح نسبت سے منسُوب ہیں۔" اِمام غزالیؒ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذُرّیّت کو اپنی پُشت میں رکھا مگر میری ذُرّیّت علیؓ ابنِ ابُوطالب کی پُشت میں رکھی"۔ طبرانی وغیرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ "ہر ماں کی اَولاد اپنے آبائی خاندان کی طرف منسُوب ہوتی ہے۔ بجز اولادِ فاطمہؓ کے جن کا ولی اَور عصبہ میں ہُوں۔" ایک اَور صحیح روایت میں ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: "ہر عورت کی اولاد کا عصبہ اُن کے باپ کی طرف سے ہوتا ہے ماسوائے اَولادِ فاطمہؓ کے۔ کیونکہ اُن کا باپ اَور عصبہ مَیں ہُوں۔" یہ خصُوصیّت صرف اَولادِ فاطمہؓ کے لِیے ہے۔ آنحضورؐ کی دُوسری صاحبزادیوں کی اَولاد اِس میں شریک نہیں۔ اُن کے لِیے حضورؐ کو باپ نہیں کہا جائے گا۔ البتّہ آپؐ کی ذُرّیّت و نسل کہہ سکتے ہیں۔"

قارئین کے مزید اِستفادہ کے لِیے تبرّکاً حضرت مجدّدِ ملّت گولڑویؒ کے مکتُوباتِ طیّبہ

مہریہ چشتیہ" (مطبوعہ چٹان پرنٹنگ پریس لاہور) سے ایک اِقتباس درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس اِقتباس کا مضمون آپ کی مشہور کتاب "تصفیہ مابینِ سُنّی و شیعہ" میں آیتِ تطہیر کی تشریح میں بھی کم و بیش اِسی طرح درج ہو چکا ہے۔ اِس کتاب میں خلافتِ راشدہ کی حقّانیت اور فضائلِ اہلِ بیتِ کرام و خُلفائے راشدین علیہم الرّضوان کو قرآن و سُنّت کی روشنی میں آپؒ نے بیان فرمایا اور آخر میں "ضروری تنبیہ" کے ضمن میں یہ اہم ارشاد فرمایا جو یہاں پہلے درج کیا جاتا ہے:

(اِقتباس از "ضروری تنبیہ")

"حُبّ اہلِ بیت بشہادتِ قرآن و حدیث و قرار دادِ اہل اللہ کمالِ ایمان کا مُوجب بلکہ بلحاظِ اصُول عینِ ایمان سمجھا گیا ہے۔ اِس اصلِ صحیح میں غلو کرنے والے دو فرقے ہوئے۔[۱]

[۱] واضح ہو کہ یہاں جن دو فرقوں یعنی صحابہ کرامؓ کے سبّ و شتم کرنے والے اور خدا تعالیٰ اور رسولؐ و جبریلؑ علیہما السّلام کے گستاخوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ دونوں گروہ شیعہ کے مختلف گروہوں میں شامل ہیں۔ جن کی تفصیل "تحفہ اثنا عشریہ" مؤلفہ حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلویؒ میں درج ہے۔ اِس سے یہ دعویٰ غلط ہو جاتا ہے کہ اِس فرقہ میں اِختلاف نہیں۔ اور اہلِ سُنّت کے چار امام ہیں حالانکہ "تحفہ" سے معلوم ہوتا ہے کہ اثنا عشریہ بارہ اماموں کے قائل ہیں اور باقی اُن کے کئی فرقے ان کے علاوہ ہیں جیسے "اسماعیلیہ"۔ نصیریہ وغیرہ۔ حضرتؒ کی اِس تنبیہ میں اُن لوگوں کے لیے درسِ عبرت ہے جو بغیر نصِّ شرعی کچھ معاملات میں اپنے اکابر کے متعلق ایسی باتیں بنا لیتے ہیں، جن پر اصرار اور تشدّد سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ باتیں نصِّ شرعی سے ثابت ہیں۔ نعوذ باللہ۔ جیسا کہ بعض فرقوں نے واقعہ کربلا کے متعلق ایسی رسمیں ایجاد کر لیں جن کا قرآن و سُنّت اور ائمہؒ اہلِ بیتِ کرام سے کوئی ثبوت نہیں۔ ہاں صحیح واقعات سُن کر رونا ممنوع نہیں جب کہ کوئی حرکت خلافِ شرع نہ ہو۔

ایک فریق نے بُغض وسبِّ صحابہ کرامؓ کا راستہ لے لیا۔ اس وجہ سے کہ اُنہوں نے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے (بخیال اُن کے) اہلِ بیتِ پاکؓ کا منصب اور حق غصب کر لیا ہے۔ دُوسرا فریق معاذ اللہ خُدا اور رسُولؐ اور جبریلؑ تک کے گُستاخ ہوتے۔ بدیں خیال کہ رُتبہ اہلِ بیتؓ اور تقدّم علی الصّحابہؓ پر نص کیوں نہیں وارد ہوئی"۔

تشریح آیات در اہلبیتؓ وصحابہ کرام کی فضیلت پر بعض اعتراضات کا ابطال

(اقتباس از "مکتوباتِ مہریہ" مشتملہ تفسیر آیتِ تطہیر، آیتِ مباہلہ و آیتِ استخلاف)

حضرت شیخ اکبرؓ کے کشفی بیان سے بھی مطابق روایاتِ کثیرہ یہی پایا جاتا ہے کہ آیتِ مبارکہ تطہیر[1] (اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا) کا نزول آلِ کسا یعنی سیّدۃ النساء و حسن و حسین و علی علیہم السّلام کی شان میں ہے چنانچہ آپ "فتوحات" کے اُنتیسویں[29] باب میں فرماتے ہیں:۔

"فدخل الشرفاء اولاد فاطمة کلھم رضی اللہ عنھم ومن ھو من اھل البیت مثل سلمان الفارسی رضی اللہ عنه الٰی یوم القیٰمة فی حکم ھذہ الاٰیة من الغفران فھم المطھرون اختصاصاً من اللہ وعنایةً بھم بشرف محمّد صلّی اللہ علیه وسلّم وعنایة اللہ به ولا یظھر حکم ھذا الشرف لاھل البیت اِلا فی الدار الاٰخرة فانھم یحشرون مغفوراً لھم واما فی الدنیا

---

[1] آیتِ تطہیر سُورۃ احزاب ۳۳۔ اَے پیغمبر کے گھر والو اللہ تعالیٰ سوا اس کے نہیں چاہتا کہ وُہ ناپاکی کو تم سے دُور کر دے اور تمہیں پاک وصاف کر دے۔

فمن اتی منھم حدًّا اقیم علیہ الحد مع تحقق المغفرة کماعزؓ وامثالہ ولایجوز ذمہ وینبغی لکل مسلم یؤمن باللہ وبما انزل اَن یصدق اللہ تعالیٰ فی قولہٖ (لیذھب عنکم الرجس اھل البیت) فیعتقد فی جمیع مایصدر عن اھل البیت اَنَّ اللہ تعالیٰ قد عفاعنھم فیہ فلاینبغی لمسلم ان یلحق المذمة بھم ولا مایشناء اعراض من قد شھد اللہ بتطھیرہٖ وذھاب الرجس عنہ لابعمل عملوہ ولابخیر قدموہ بل بسابق عنایةٍ من اللہ بھم ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔[1]

یعنی ساداتِ فاطمیہ جو قیامت تک ہونے والے ہیں حکم میں اِس آیت کے داخل ہیں خواہ کیسے ہی گنہگار ہوں۔ اُن کا حشر اِس حالت میں ہو گا کہ مغفور ہوں گے۔ یہ محض خُدا تعالیٰ کا فضل اور اُس کی عنایت ہے کسی عمل کا نتیجہ نہیں۔ اللّٰھم صلّ وسلّم وبارك دائما علی سیّدنا محمّد وآلہٖ واصحابہٖ۔ پھر اسی باب میں لکھتے ہیں :۔

---

[1] عبارت کا ضروری ترجمہ وتشریح حضرت مجدّدِ ملّت گولڑوی ؒ نے خود ہی اقتباس میں فرما دی ہے مزید وضاحت کے طور پر معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا۔ "سلمان ہمارے اہل بیت سے ہے۔" یہ حضورؐ کی طرف سے محض اظہارِ کرم تھا۔ ورنہ نسبی طور پر تو ایسا نہیں تھا۔ نیز ماعزؓ نام کے ایک صحابی سے جب کوئی غلطی سرزد ہو گئی تو انھوں نے خود بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر توبہ کی۔ اور شرعی سزا کا مطالبہ کیا۔ اگرچہ توبہ کرنے سے اُن کا گناہ معاف ہو گیا تھا مگر انتظامی مصلحت کے لیئے اُنہیں شرعی سزا دی گئی۔ اسی طرح حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل آپؐ کی اولاد کے گناہ قیامت میں بخشے جائیں گے بشرطیکہ وُہ کفر و شرک اور اسلام کے منافی عقائد نہ رکھتے ہوں لیکن دُنیا میں قابلِ سزا غلطی پر سزا کا قانون سب پر عائد ہو گا۔ البتّہ جہاں کوئی شرعی تخصیص ہو جیسے صدقہ کی حُرمت، تو ایسا مخصوص حکم اُنہی سے مختص ہو گا۔

فلوکشف اللہ لک یا ولی عن منازلھم فی الآخرۃ لوددت ان تکون مولیً من موالیھم۔

یعنی اے دوست اگر اللہ تعالیٰ تمہارا حجاب دُور فرما کر تجھے اہلِ بیت کا شان اور رُتبہ جو اُن کو عند اللہ آخرت میں حاصل ہو گا معائنہ کرائے تو ضرور تُو تہہ دل سے اُن کی غلامی کو چاہے۔

اِس سے معلوم ہُوا کہ تطہیر و اذہاب الرجس کی صورت انزال احکام و ہدایاتِ شرعیہ نہیں بلکہ بمعنی عفو و مغفرت ہے۔ اِس بیان سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ آیتِ تطہیر کا مطلب اباحت و آزادی ہے برخلاف تقیید باوامر و نواہی، بلکہ فضل و عنایتِ ایزدی کی بشارت ہے جو بحسب (افلا اکون عبداً شکوراً) پابندیٔ احکام کے منافی نہیں۔ الحاصل آیۃ تطہیر کا مورد خواہ اُمّہات المؤمنین ہوں فقط یا مع آل کساء یا صرف آل کسا علیہم السّلام، ایسا ہی تطہیر در رنگ انزال احکامِ شرعیہ ہو یا در صورت عفو و مغفرت، بہرکیف خطا کا صدُور مطہّرین سے ممکن ہے اور اِس نعمتِ عظمیٰ یعنی قرآن کریم کا نزُول چنانچہ اِس پاک خاندان کے طفیل ہُوا۔ ایسا ہی قرآن کا فہم اور سمجھ بھی اُنہیں کی وساطت سے ہے۔ سیّدۃ النساء علیہا و علیٰ ابیہا الصّلوٰۃ والسّلام کی تحریک اور سلسلہ جنبانی نے یہ سمجھا دیا کہ آیت یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ ٭ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ[1] میں خطاب اُمّتِ مرحُومہ کی طرف ہے۔ اور علاوہ خُلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے اہلِ بیت پاک

---

[1] اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں تاکیدی حکم فرماتے ہیں کہ مرد کے لیے دو عورتوں کے برابر حِصّہ ہے یعنی ایک بھائی کا حِصّہ دو بہنوں کے حِصّہ کے برابر ہوگا۔ (النساء آیت ۱۱)

علیہم السّلام نے بھی باغِ فدک کے غیر مورث ہونے کو اپنی طرز سے ثابت کر دکھایا۔ اللّٰھم صل علیٰ محمّد وآلہٖ واصحابہٖ عدد ما فی علمک۔ اور سارے عالم پر واضح ہوگیا۔" میری ناقص رائے میں جناب سیّدۃ النساءؓ کی درخواست اور دعویٰ فدک اُمّتِ مرحومہ کے لیے موجبِ رحمت ٹھہرا۔ یعنی اس تحریک سے سب نے سمجھ لیا ہے کہ قرآنِ کریم کی آیت یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ[1] کا مطلب یہ ہے۔ نزولِ قرآن بھی اسی گھر کے طفیل ہوا۔ پھر اسی گھر کی بدولت سمجھ بھی عطا ہوئی۔ یہ خیال کرنا کہ جناب سیّدۃ النّساءؓ اس فیصلہ سے ایسے ناراض ہوئے کہ وفات تک صدّیقِ اکبرؓ سے قطع کلام کر دیا اور سیّدنا علیؓ کو وصیّت فرما دی کہ مجھے رات کو دفن کرنا اور کسی کو مجھ پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ حالانکہ آپ کی ناراضگی بموجبِ احادیثِ صحیحہ[2]۔ یا فاطمۃ ان اللہ یغضب بغضبک ویرضیٰ لرضاک۔ وایضاً قال علیہ السّلام فاطمۃؓ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی ومن اذانی فقد آذی اللہ خدا اور اس کے رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ناراضگی کا موجب ہے، ٹھیک نہیں۔

آپؓ کا قطع کلام ہر کسی سے بباعثِ فرطِ غم تھا۔ بوجہ فراقِ نبویؐ آپؓ کو سخت تکلیف تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد چھ مہینہ کا پورا کرنا سخت مشکل ہوگیا تھا۔ فیصلہ شرعی سے ناراضگی اور پھر ایسی کہ نماز جنازہ پڑھنے تک کی اجازت نہ دی جائے

---

[1] سُورۃ النّساء۔ آیت ۱۱

[2] اے فاطمہؓ! بے شک تیری ناراضگی سے خُدا ناراض اور تیری خوشی سے خوش ہوتا ہے۔ اور فاطمہؓ میرا ٹکڑہ ہے۔ جس نے اسے ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی۔

نشایانِ شانِ اہلِ پاک علیہم الرضوان نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔[۱] (النساء۔ آیت ۶۵)
یعنی خدا اور رسولؐ کے فیصلہ سے جو ناراض ہو وہ مومن نہیں۔ اگر یہ فیصلہ مطابق حکمِ خدا اور رسول نہ تھا تو حضراتِ ذیل علیؓ و اُمّہات المؤمنین و حسن و حسین رضی اللہ عنہم کیوں ناراض نہ ہوئے اور کیوں بعہدِ مرتضوی اِسی پر عمل رہا۔ رات کو دفن کرنے کا اشارہ غالباً بلحاظِ اہتمامِ ستر ہوا ہوگا۔ پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اتہامِ ظلم و غضب وغیرہ سب کا دفعیہ قرآن کریم نے کر دیا۔ اِسی آیتِ استخلاف[۲] میں جملہ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا خلفائے اربعہ علیہم الرضوان کو سب بہتانات سے بری و پاک کر دیتا ہے۔
ایسا ہی آیتِ تطہیر۔ اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا اور نیز آیتِ مباہلہ[۳] فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللّٰهِ

---

[۱] پس تیرے رب کی قسم ہے یہ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ تجھ کو ہی مُنصف نہ جانیں اس جھگڑے میں جو اِن میں اُٹھے، پھر نہ پائیں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے۔

[۲] آیت استخلاف سُورۃ نُور کی آیت نمبر ۵۵ ہے۔ جس میں مسلمانوں کو مخاطب فرماتے ہُوئے زمین میں منصب خلافت کا وعدہ کیا گیا اور خُلفاء کی یہ وصف بیان ہوئی (وُہ میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے کسی کو میرا) حضرتؒ نے ازرُوئے قرآنی آیات صحابہؓ کرام کو ان مذکورہ الزامات سے بری قرار دیا۔

[۳] آیتِ تطہیر اور آیتِ مباہلہ کا ترجمہ اُوپر بالترتیب صفحات ۱۰ اور ۷ میں گزر چکا ہے۔

عَلَی الْکٰذِبِیْنَ۔ (سُورۃ آلِ عمران آیت ۶۱) آلِ کسا علیہمُ السّلام کو نامناسب الزامات سے پاک اَور صاف بتاتی ہے۔ اِس مقام پر "آیت مباہلہ" کو بھی کسی قدر بیان کردینا ضروری اور مُوجبِ تقویّتِ ایمان معلوم ہوتا ہے۔ جو لوگ لفظ "پنجتن پاک" کہنے والے کو دائرہ اہلِ سُنّت سے خارج سمجھتے ہیں اُن کو بھی ہدایت ہو جائے۔" انتہیٰ[۱]۔

فضائلِ اہلِ بیتِ کرام رضی اللہ عنہم کے ضمن میں شرفِ نسب اَور کُفو پر تبصرہ

مذکورہ تفصیل میں خاص طور پر نسبِ نبوی ﷺ کے فضل و شرف کا ذِکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ جس طرح حسب یعنی اِکتسابی فضائل و حمیدہ اوصاف پر اسلام نے خاص زور دیا ہے جو آخرت میں کام آنے والی اَور بُنیادی چیزیں ہیں۔ اِسی طرح نسب جو ایک وہبی چیز ہے اِس کے شرف کا بھی اِسلام میں ثبوت موجود ہے بلکہ تاریخِ عالم کے ہر دَور میں اِس کی اہمیّت ثابت ہوتی ہے۔

نسب سے ہی نکاح میں "کُفو" کا اِعتبار ہے۔ خلافت و امامت کے لِیے اسلام

---

[۱] حضرت کی تحریر مندرجہ "مکتوباتِ طیّبات" یہاں پر ختم ہے۔ اس سے مزید صحابۂ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی حقّانیّت اَور حضرات اہلِ بیت کے مناقب کے سلسلہ میں حضرت مجدّدِ ملّت قدس سرّہ کی کتاب "تصفیہ مابینِ سُنّی و شیعہ" قابلِ دید ہے۔

میں قریشی ہونے کی تخصیص بھی شرفِ نسب کے باعث ہے۔ اسلاف و آباء کی شرافت اولاد کے لیے دُنیا و آخرت ہر دَور میں مسلّمہ طور پر عزّت کا باعث ہے۔ اَور اقوامِ عالم میں نسب کا احترام ایک امرِ مُسلّم ہے۔ خود قرآن کریم اَور احادیثِ صحیحہ سے اِس کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔

سُورۂ کہف کی ۸۲ ویں آیت میں دو یتیم بچوں کی دیوار کو، جس کے نیچے اُن کا مال مدفون تھا، اللہ تعالیٰ کا حضرت مُوسیٰ و خِضر علیہما السّلام کے ذریعے بلا اُجرت تعمیر کرانے کا ذکر ہے۔ اِس کارِ خیر میں جو اللہ تعالیٰ کی عنایت اَور رحمت کارفرما تھی اُس کا سبب قرآن مجید نے وَکَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحًا (اور اُن کا باپ نیک آدمی تھا) بیان فرمایا ہے۔

علّامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر"رُوحُ المعانی" میں اس صالح شخص کو ان بچّوں کی نویں یا دسویں پُشت کا ایک جدِّ بزرگ تحریر فرمایا ہے۔ گویا باپ دادا کے نیک اَور شریف ہونے کا فائدہ دُور کی اَولاد کو بھی پہنچا۔ اور اسی شرافتِ نسب کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے بچّوں کا لحاظ اَور احترام فرمایا۔

اِمام ابی شیبہؓ اَور امام احمدؒ اَور ابن ابی حاتمؒ نے حضرت خیثمہؓ سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا یہ اِرشاد نقل کیا ہے کہ "خوشخبری اَور مبارک ہو مومن کی اَولاد کے لیے کہ وُہ اس کی برکت سے اس کے بعد محفُوظ و مامُون رہیں گے"۔ پھر حضرت خیثمہؓ نے اِس کی تائید میں سُورۂ کہف کی مندرجہ بالا آیت پڑھی۔

اِسی طرح رُوح المعانی میں امام عبد بن حمیدؒ اَور ابن المنذرؒ کے ذریعے حضرت

وہبؓ سے نقل ہے کہ حضرت امام حسنؓ نے ایک خارجی سے دریافت فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ سُورۃ کہف کے یتیموں کا مال اللہ تعالیٰ نے کیوں محفوظ رکھا۔ اُس نے کہا کہ باپ کی صالحیّت اَور نیکی کے باعث، آپؓ نے فرمایا۔ بخدا میرے باپؓ اَور جدِّ اکرمؐ کی صالحیّت اُن کے باپ کی صالحیّت سے بدرجہا بہتر تھی۔

سُورۃ طُور آیت ۲۱ میں تحریر ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ط

اَور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اَولاد نے بھی ایمان لانے میں اُن کی پیروی کی تو ہم (آخرت میں) ان کی اولاد کو ان ہی کے ساتھ مِلا دیں گے اَور اُن کے اپنے اعمالِ صالحہ کے انعامات میں سے بھی کوئی کمی نہیں کریں گے۔

اِس آیت کی تفسیر کے تحت بھی علّامہ آلوسیؒ نے کئی محدّثین اَور مفسّرین کے حوالوں سے حضرت ابنِ عبّاسؓ کی زبانی تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بہشت میں اُس کے ہمراہ اُسی درجہ و مقام میں رکھیں گے تاکہ اُس مومن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شرفِ نسب کا اِحترام اَور لحاظ ہے بشرطیکہ وُہ اَولاد بھی دُنیاوی زندگی میں صاحبِ ایمان رہی ہو۔ اِسی مضمون کی تائید میں حضرت قبلۂ عالم گولڑوی قدس سرّہ العزیز نے ایک

موقع پر قرآن مجید سے جو حوالہ پیش فرمایا تھا وُہ عدیم المثال ہے۔ ملتان کی ایک مجلس میں کسی نے آپ سے سوال کیا کہ سیّد بنی فاطمہ کی تعظیم کے لِیے نصّ میں کوئی ثبوت موجود ہے تو آپ نے جواب دیا کہ نسب کا شرف تو قرآنِ کریم سے ثابت ہے اَور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ۔ (سُورۂ زُخرُف، آیت نمبر ۸۱)	کہہ دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا (بفرضِ محال) تو میں سب سے پہلے اُس کی عبادت کرتا۔

گویا اللہ تعالیٰ کے فرزند کی عبادت صرف اُس کے نسب کی وجہ سے ہوتی۔

مذکُورہ آیات سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ نیک اسلاف کی اولاد کو نیک اعمال کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اُن کے لِئے تو بطورِ شکریہ نیکی کرنے کی اَور بھی زیادہ ضرورت ہے چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے خاندان اَور خود سیّدۃ النّساء علیہا السّلام کو عمل کی تاکید فرمائی تاکہ وُہ دُوسروں کے لِئے نمُونہ بنیں۔

کفو میں نسب کا اعتبار اور بعض آیاتِ قرآنی سے شرفِ نسب کی نفی ہونے کے شبہ کا ازالہ

مذکورہ تفصیل سے مطلق نسب کی اہمیّت عموماً اور خاندانِ نبوّت کی فضیلت خصوصاً ثابت کرنے سے مقصد یہ ہے کہ کفوِ شرعی میں اِسلام و دیانت کے بعد مالی حیثیّت اور پیشہ وغیرہ کے مقابلہ میں نسب کو خصوصی اہمیّت حاصل ہے۔ جیسا کہ حدیث و فقہ اور تاریخی واقعات سے ثابت ہے۔

بعض حضرات سورہ حجرات کی آیت نمبر ۱۳

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔

اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو تو یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ قابلِ تکریم وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار ہے۔

اور اُن چند احادیث کو کفو کی نفی کے لیے پیش کرتے ہیں جن میں سب انسانوں کو اولادِ آدم قرار دیتے ہوئے عربی کو عجمی اور گورے کو کالے پر فضیلت کی نفی فرمائی گئی ہے۔ حالانکہ مذکورہ آیت کے سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا

ہے کہ جو لوگ ایک دُوسرے پر طعن کریں، نام بگاڑیں، ایک دُوسرے کے نسب پر چوٹیں کریں اَور ایک دُوسرے کو بُرے القاب و اَوصاف سے ایذا پہنچائیں، یا تمسخر اُڑائیں۔ اِن سب خرابیوں کے ازالہ کے لئے آیت میں ارشاد ہُوا کہ خدا کے نزدیک تمہارے کام آنے والی اصل چیز تقوٰی اَور اِیمان ہیں۔ جن کے آثار کا ظہُور مکمّل طور پر دارِ آخرت میں ہو گا۔ دُنیا کی عارضی چیزوں پر فخر اَور دُوسروں کو حقیر سمجھنا دُرست نہیں۔ مزید برآں اِسی آیتِ کریمہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے کا ذِکر اِس طرف اِشارہ کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہری و باطنی حالات سے پُوری طرح باخبر ہے اَور تمہارے انجام کا بھی اُسے پُورا علم ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جن چیزوں پر تم اِترا رہے ہو اَور دُوسروں کو حقیر سمجھ رہے ہو۔ قیامت کے دِن وُہ چیزیں تمہارے کام نہ آئیں اَور وُہ لوگ جنہیں تم حقیر سمجھتے تھے وُہ خدا کے نزدیک تم سے بلند تر مقام حاصل کر لیں۔ اِس اِرشادِ خداوندی سے کُفو میں نسب کی اہمیّت کی نفی نہیں ہوتی۔ بشرطیکہ اِسے مقصُود بالذّات سمجھ کر دُوسروں پر غرُور و تکبّر کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ ان وہبی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے اَور "پدرم سُلطان بُود" کا نعرہ لگانے کی بجائے جن ہستیوں کی نِسبت کی وجہ سے اُنہیں شرف حاصل ہُوا اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

لفظ "کُفو" کی تحقیق اَور نسب پر فخر کرنے اَور دُوسروں پر طعن کرنے کی مُمانعت

لفظِ "کُفو" کے معانی "صراح" وغیرہ لُغت کی کتابوں میں مانند، ہمتا، نظیر وغیرہ لِکھے

ہیں۔ اور اسی سے نکاح میں کفو کے معنی یہ کئے گئے ہیں کہ مرد و عورت کے درمیان اسلام و دیانت کے علاوہ نسب، مالی حیثیت اور پیشہ کے لحاظ سے بھی کچھ مماثلت ہو تاکہ معاشرتی زندگی اچھی طرح گزر سکے۔ قرآن مجید کی سورۃ اخلاص میں اللہ تعالےٰ کی خصوصی صفات بیان کی گئی ہیں۔ جن میں کفو کا نہ ہونا اللہ تعالیٰ کی خاص صفت بیان کی گئی ہے۔ اور یہ تخصیص اُسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ مخلوق میں کفو کو تسلیم کیا جائے یعنی مخلوق میں کسی نہ کسی طرح ہر شئے کے جوڑ کا کوئی ہے جب کہ خالق جلّ شانہٗ کے جوڑ کا کوئی نہیں۔ جو لوگ اسلامی مساوات کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ سب اولادِ آدمؑ یکساں ہیں اُن میں کوئی فرق نہیں، وہ اِس بات پر غور نہیں کرتے کہ اسلامی مساوات کا بنیادی نقطہ اسلام کے عالمگیر نظامِ عدل میں سب کی برابری ہے۔ جو قانون کم سے کم تر انسان پر لاگو ہوگا وہی بڑے سے بڑے انسان پر بھی لاگو ہوگا۔ وگرنہ علم و جہالت، فقر و غنا، شکل و صورت وغیرہ بہت سی چیزوں میں امتیاز خود قرآن مجید سے ثابت ہے، اور مشاہدۂ انسانی بھی اس پر گواہ ہے۔

مشہور مفسّر و مفکرِ اسلام علّامہ آلوسی بغدادیؒ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر "روح المعانی" میں سورۃ حجرات کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۱۳ کی تفسیر میں علّامہ مناویؒ و علّامہ ابنِ حجرؒ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"نہ تو یہ آیت شرفِ نسب کے خلاف ہے اور نہ ہی وہ احادیث جن میں نسب پر فخر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے شرفِ نسب کی مخالف ہیں۔ البتہ برہمنوں[1] اور یہودیوں

---

[1] برہمن اپنے آپ کو اپنے فرضی دیوتاؤں کی اولاد سمجھ کر دوسرے ہندوؤں سے (باقی برصفحہ آئندہ)

کی طرح اپنے نسب پر یُوں اِترانا کہ دُوسروں پر تکبّر کا اظہار کرنا اَور کسی کو اپنے برابر نہ سمجھتے ہُوئے اُنہیں ذلیل وحقیر خیال کرنا اِسلامی تعلیمات کے صریحاً خلاف ہیں۔ ہاں بطورِ تحدیثِ نِعمت نسب کے شرف کا اِظہار خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی اِن الفاظ میں فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اولادِ حضرت اِسماعیل علیہ السّلام سے کنانہ کو منتخب فرمایا۔ پھر قریش کو کنانہ سے اَور بنی ہاشم کو قریش سے اَور مجھے بنی ہاشم سے چُن لیا۔"

اِس بحث کو سمیٹتے ہوئے علامہ آلوسیؒ آخر میں لکھتے ہیں :۔ وبالجملۃ شرف النسب مما اعتبر جاھلیۃً واسلامًا۔ یعنی خلاصۂ بحث یہ ہے کہ نسب کا شرف جاہلیّت اور اسلام دونوں میں معتبر مانا گیا ہے۔"

علاّمہ آلوسیؒ نے مندرجہ بالا جو حدیث ذِکر کی ہے وُہ بابِ فضائلِ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم میں بحوالہ مسلم شریف و ترمذی حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے مروی ہے۔ اَور اُس کے الفاظ یہ ہیں۔ ان اللہ اصطفیٰ کنانۃ من ولد اسماعیل واصطفیٰ قریشا من کنانۃ واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔

نسبی لحاظ سے دُوسرا کوئی خاندان اَولادِ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کفو نہیں

اِن مذکُورہ آیات واحادیث اَور اکابرِ اسلام کی تصریحات کی بنا پر اکثر علمائے اُمّت

(بقیّہ صفحہ گذشتہ) کسی قسم کا معاشرتی برتاؤ تک کرنا اپنی ہتک سمجھتے ہیں اَور یہُودیوں کا یہ قول بھی قرآن شریف میں موجُود ہے کہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ۔ ہم خُدا کی اولاد اَور پیارے ہیں۔ نعُوذ باللہ۔

نے حضرات اہلِ بیتؓ کے متعلّق یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ کُفوِ نسبی میں کوئی بھی دُوسرا خاندان حضراتِ اہلِ بیتؓ کے ہم پلّہ نہیں۔

چنانچہ امام جلال الدّین سیُوطیؒ نے "خصائصِ کبریٰ" میں تحریر فرمایا ہے:-

ومن خصائصه صلّی اللّٰہ علیه وسلّم ان آله لا یکافیئهم فی النکاح احدٌ۔	آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی خصوصیات سے ہے کہ آپؐ کی آل کے لیے نکاح میں کوئی بھی کُفو نہیں۔

اسی طرح امام عبدالوہابؒ شعرانی اپنی مشہور کتاب "کشف[1] الغمہ عن جمیع الامہ" میں جسے دُنیائے اسلام میں وسیع مقبولیّت حاصل ہے تحریر فرماتے ہیں:-

وان آله لا یکافیئهم فی النکاح احد من الخلق ویطلق علیهم الاشراف[2]۔	کہ آپؐ کی آل کا نکاح میں لوگوں میں سے کوئی بھی کُفو نہیں اور ان پر اشراف کا اطلاق ہوتا ہے۔

مشہُور محدّث و فقیہ علّامہ شہاب الدّین بن حجر الہیتمی مکّی اپنی مقبولِ عام کتاب "الصواعق المحرقه فی الرد علی اهل البدع والزندقه" میں فضائلِ نبویّہ کے ذِکر کے بعد لکھتے ہیں:-

---

[1] کشف الغمہ عن جمیع الامہ جلد دوم مطبُوعہ مِصر، ص ۵۳

[2] اسی مقام پر یہ بھی لکھا گیا ہے کہ صدیوں سے مِصر وغیرہ میں اشراف کا اطلاق حضرات حسنین رضی اللّٰہ عنہما کی اَولاد کے ساتھ مخصُوص ہے۔ (کشف الغمہ)

وفی هذه الاحادیث دلیلٌ ظاهرٌ	اِن احادیث میں ہمارے محققین ائمہ کی
لماقاله جمع، من محققی ائمتنا	ایک جماعت کے لیے واضح دلیل ہے کہ
ان من خصائصه صلی الله علیه	آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خصائص سے
وسلّم ان اولاد بناته ینسبون	ہے کہ آپؐ کی صاحبزادیوں کی اولاد کفو
الیه فی الکفأة وغیرها ای حتّٰی	وغیرہ کے سلسلے میں آپؐ کی طرف منسوب
لایکافئ بنت شریف ابن هاشمی	ہوگی۔ حتّٰی کہ کوئی ہاشمی جو شریف نہ ہو اُس
غیرشریف واولاد بنات غیره انما	کا بیٹا شریف کی دُختر کا کُفو نہ ہوگا اور حضورؐ
ینسبون لآبائهم لاالی آباء	کے علاوہ دُوسرے لوگوں کی لڑکیاں اپنے
امهاتهم۔	آبا کی طرف منسوب ہوں گی نہ اپنی ماؤں
(الصواعق المحرقہ ص۲۳۶ مطبوعہ استنبول ترکی)	کے آبا کی طرف۔

دسویں صدی ہجری کی مشہور شخصیّت علّامہ ابنِ حجرؒ کے "فتاوٰی کبرٰی" میں بھی اِسی قِسم کی عبارت موجود ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"کیونکہ یہ بات[1] حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خصُوصیات سے ہے کہ آپؐ کی صاحبزادیوں کی اَولاد آپؐ کی طرف منسُوب ہوتی ہے۔ چُونکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کُفو کوئی بھی نہیں ہوسکتا اِس لِیے آپؐ کی صاحبزادیوں کا کُفو بھی وُہی شخص ہوسکتا ہے جو آپؐ کی صاحبزادیوں کی اَولاد سے ہو۔ لہٰذا عبّاسی جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَولاد سے ہیں سادات

---

[1] فتاوٰی کبرٰی جلد چہارم ص۹۷ مطبوعہ مصر

بنو فاطمہ کا کفو نہیں بن سکتے اگرچہ دونوں ہاشمی ہونے میں شریک ہیں۔"

پس اِس قاعدہ کی رُو سے فقہائے کرام کے اِس اطلاق کی تخصیص کرنی پڑے گی۔ کہ بنی ہاشم اور بنی المطلب آپس میں کفو ہیں۔ فتاوٰی بغیۃ المسترشدین[1] میں بھی یہی ہے جو مذکور ہو چکا ہے۔"

امام شمس الائمہ محمد سرخسیؒ جنہیں علاّمہ کفویؒ نے "طبقاتِ حنفیہ" میں اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے "فوائد بہیہ و مقدّمہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ" میں دُوسرے طبقہ کے علمائے مجتہدین میں شمار کیا ہے اپنی مشہُور کتاب "المبسوط" میں قریش کے ایک دُوسرے کی کُفو ہونے کی بحث میں لِکھتے ہیں۔

وروی عن محمّد رحمہ اللّٰہ تعالٰی انہ قال الا ان یکون نسبًا نحو اھل بیت الخلافۃ فان غیرھم لا یکافئھم[2]۔	یعنی ویسے تو قریش ایک دُوسرے کا کفو ہیں لیکن ان میں جن کا نسب مشہور و معروف ہے جیسے فضیلت، تو دُوسرے قریش ان کا کفو نہیں ہو سکتے۔

یہی روایت فقہ حنفی کی مشہُور کتاب "بدائع صنائع" حِصّہ دوم کتاب النکاح میں بھی موجود ہے۔ نیز "ہدایہ" جیسی مستند کتاب کے باب الاولیا و الاکفاء" میں بھی اسی سے ملتے جلتے الفاظ مِلتے ہیں۔ اِن روایات سے بطور دلالۃ النص یہ واضح ہوتا ہے کہ جب اِتنے

---

[1] بغیۃ المسترشدین مطبوعہ مِصر ص ۱۹۴

[2] المبسوط مطبوعہ مِصر جلد پنجم ص ۲۴ باب اکفاء

بڑے حنفی مجتہد امام محمدؒ نے باقی قریش حتیٰ کہ بنی ہاشم تک کو خاندانِ[1] خلافت کا کفو قرار نہیں دیا تو اہلبیتِ نبوّت جو خاندانِ خلافت سے کہیں زیادہ عظمت و شرف رکھتے ہیں، اُن کے لیے دیگر قریش یا بنی ہاشم کس طرح کفو ہو سکتے ہیں جب کہ فقہ کی مستند کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ :-

قریش اکفاء بعضھم لبعضٍ والعرب اکفاء بعضھم لبعضٍ[2]	یعنی قریش ایک دُوسرے کا کفو ہیں جیسے باقی عرب ایک دُوسرے کے کفو ہیں۔

فقہ حنفی کی اِسی مذکورہ کتاب "مبسُوط" سرخسی کی کتاب النکاح باب الاکفاء میں ہے کہ کفو میں نسب معتبر ہے اور فرماتے ہیں :-

وابو حنیفۃؒ کان من الموالی فتواضع ولم یرہٗ کفواً للعرب[3]۔	یعنی حضرت امام ابُوحنیفہؒ نے بطور تواضع اپنے آپ کو اہلِ عرب کا کفو قرار نہیں دیا کیونکہ وُہ موالی سے تھے۔

موالی سے مُراد وُہ لوگ ہیں جو عجمی نسل تھے اور جنہوں نے بعد میں عربوں کے ذریعے

---

[1] مثلاً خلافتِ عبّاسیہ یا اس سے پہلے خلافتِ راشدہ وغیرہ

[2] معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت اَولادِ رسُول صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ماسوا کے متعلّق ہے جیسا کہ "فتاویٰ کبریٰ" سے منقول ہو چکا ہے۔ نیز اِس جملہ کے صحیح ہونے میں بھی کلام ہے جیسا کہ "فتح القدیر" سے نقل آرہی ہے اور فقہاء میں مشہور ہے۔ (منہ)

[3] مبسوط سرخسی جلد پنجم صفحہ ۲۲ باب الاکفاء

اِسلام قبول کیا اَور سیرت کی کتابوں سے ثابت ہے کہ حضرت اِمام صاحبؒ کے دادا مشرّف بہ اِسلام ہوتے اَور آپ کے والدِ ماجد کا نام "ثابت" ہے۔ کوفہ میں تجارت کرتے تھے۔ موالی یعنی عجمی کے عربی کا کُفو نہ ہونے کی وجہ مبسُوط میں یُوں بیان کی گئی ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم عربی ہیں اَور قرآن عربی زبان میں ہے۔ نیز حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے "حب العرب من الایمان" عرب کی محبّت ایمان میں شامل ہے۔ اِسی لیے فقہِ حنفی کی مشہُور کتاب "تنویر الابصار مسائلِ کفاۃ" میں ہے۔

العجمی لایکون کفوأ للعربی ولو کان عالمًا اوسلطانًا وھوالاصح۔

عجمی عربی کا کُفو نہیں اگرچہ عالم اَور بادشاہ کیوں نہ ہو اَور یہی زیادہ صحیح ہے۔[۱]

اِس پر صاحبِ "دُرِّ مختار" لکھتے ہیں:۔

الفتح عن الینابیع وادعی فی البحر انہ ظاھر الروایۃ واقرہ المصنف۔

صاحبِ "فتح" نے ینابیع سے یہی نقل کیا ہے۔ نیز صاحبِ "بحر الرائق" نے اِسے ظاہر روائت قرار دیا ہے اور مصنّف یعنی صاحبِ تنویر نے اِسی فیصلے کو برقرار رکھا ہے۔

اِسی مقام پر علاّمہ شامی نے اپنی مشہُور کتاب "ردالمحتار علی الدر المختار" میں کافی بحث

---

[۱] اِس میں شک نہیں کہ علمِ دین، بشرطیکہ اس کے ساتھ عمل بھی ہو، عنداللہ بڑی کرامت ہے مگر کُفو کا اِعتبار دُنیوی لحاظ سے ہے اِسی لیے کمتر پیشے والا باوجُودِ علم شرفاء کی کُفو نہیں۔

("فتاوٰی رضویہ" جلد پنجم حصّہ سوم صـ۱۷۶)

کے بعد یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رض اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی اولاد بضعۂ نبویہ ہونے کی حیثیت سے نسب میں سب سے افضل ہیں اور اسی خصوصیت کی بناء پر اکابر علماء کرام کا نظریہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ آنجناب ص کی اولاد کا کوئی دوسرا خاندان کفو نہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رض کی تواضع و توصیف اور فقہ حنفی کی مقبولیت

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہو گیا ہے کہ جب حضرت امام ابوحنیفہ رض نے غیر عرب ہونے کی وجہ سے عربوں کے کفو ہونے کا دعویٰ نہیں فرمایا۔ تو عربی النسل ہونے کے ساتھ خاندانِ نبوت سے متعلق ہونے کا معاملہ تو اور بھی زیادہ واضح ہے۔ حضرت امام صاحب رح کے علم و تفقہ کی شان بیان کرتے ہوئے حضرت مجددِ ملت گولڑوی رح نے اپنی مشہور کتاب "تصفیہ ما بینِ سُنی و شیعہ" کے آخر میں صفحہ ۸۹ پر چالیس سے زائد ایسے اسلامی شہروں اور ملکوں کے نام لکھے ہیں جہاں امام صاحب رح کے زمانے میں آپ کے علوم و فقہ پہنچ چکے تھے۔ پھر خلیفہ ہارون عباسی کے دور میں آپ کے بڑے شاگرد امام ابویوسف رح اسلامی سلطنت کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) مقرر ہوئے اور آپ کے دوسرے مشہور شاگرد حضرت امام محمد رح نے کتاب و سنت اور امام صاحب رح کی روایات کی روشنی میں متعدد کتابیں لکھیں جو فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ اس فقہ کی مقبولیت اس بات سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اکثر اسلامی ممالک خصوصاً وسطی ایشیا، قدیم فارس اور جنوبی ایشیا میں فقہ حنفی مروج رہی اور اسے ملکی قانون کی حیثیت حاصل رہی اور برِصغیر پاک و ہند میں مغلیہ دور تک

فقہ حنفی مروّج رہی۔ اسی دَور میں سُلطان اَورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے جیّد عُلماء کی ایک مجلس مقرر ہوئی جنھوں نے فقہ حنفی کی مشہُور کتاب "فتاویٰ عالمگیری" مرتّب کی۔

حضرت امام صاحب کی دینی خدمات و علمی کمالات پر فقط آپ کے مقلّدین ہی نے نہیں بلکہ مختلف مکاتبِ فکر کے قدیم و جدید حضرات نے بھی بہت کچھ لکھّا ہے۔ جس پر علاّمہ شبلی نعمانی کی کتاب "سیرۃ النعمان" اَور علاّمہ مودُودی کی کتاب "خلافت وملُوکیّت" کے بعض حِصّے گواہ ہیں۔

غرض مذکُورہ تفصیل سے ساداتِ بنی فاطمہؓ کے لِیے کسی غیر فاطمی کا کُفو نہ ہونا واضح ہو گیا خواہ عربی ہو یا عجمی۔ باقی رہا اجتہاد کا مفہُوم، تو اس کی شرائط اَور اس کی ضرُورت کے مباحث علمِ اصُولِ فقہ سے واضح ہیں۔

نیز مجتہدین کے طبقات اَور ان کے مابین بعض مسائل میں اختلاف کی تفصیلی وجہ معلُوم کرنے کے لِیے پہلے ذکر کردہ کتب کے علاوہ رئیس المحقّقین حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کی کتاب "الانصاف فی سبب الاختلاف" خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اَور آپ کی مشہُور کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" بھی قابلِ دید ہے جس میں مسائلِ نکاح کے ضمن میں کُفو کی مصلحتیں اَور نکاح میں اس کا اعتبار مذکور ہیں۔

ایک حدیث سے کُفو کے غیر معتبر ہونے کے متعلّق پیدا شدہ شُبہ کا ازالہ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے

جن بعض حدیثوں سے کُفو کے غیر معتبر ہونے کا شبہ ہوتا تھا اُن کا ذکر کرنے کے بعد

شاہ صاحبؒ موصوف فرماتے ہیں[1]۔

لیس فی ھذا الحدیث ان الکفائۃ غیر معتبرۃ کیف وھی مما جبل علیہ طوائف الناس وکادیکون القدح فیھا اشد من القتل والناس علی مراتبھم والشرائع لاتھمل مثل ذلک ولذالک قال عمر رضی اللہ عنہ لامنعن النساء الامن اکفائھن ولکنہ اراد ان لایتبع احد "محقرات الامور نحو قلۃ المال ورثاثۃ المال ودمامۃ الجمال اویکون ابن ام ولد و نحوذالک من الاسباب بعد ان یرضی دینہ وخلقہ الخ	اِس حدیث میں کُفو کے غیر معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ ہر قسم کے لوگوں کی سرشت میں کُفو کا اعتبار ہے اور اس میں ردّ و قدح قتل سے بھی زیادہ ہے۔ اور لوگوں کے مراتب مختلف ہیں اور شریعت ایسی باتوں کو مہمل نہیں چھوڑتی۔ اس لیے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں عورتوں کو (رشتہ کے سلسلہ میں) اپنے کُفو کے بغیر (رشتہ) کرنے سے ممانعت کردوں گا۔ یہاں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کُفو کی رعایت کے بعد جب دین و اخلاق پسندیدہ ہوں تو قلّتِ مال، تنگیٔ حال، بدصورتی یا لونڈی کی اولاد جیسے معمولی اُمور پر توجّہ نہ دی جائے۔

یہاں شاہ صاحبؒ کی قلّتِ مال سے مُراد وہ قلّت ہے جو ضروری مالی حیثیّت کے منافی ہو کیونکہ بیوی کے مہر اور نفقہ پر قادر ہونا تو کُفوِ مالی میں ضروری ہے۔ اور "اُمِّ ولد" سے مُراد وہ لونڈی ہے جس کی اولاد مالک سے ہو جو آزاد ہوتی ہے ورنہ غلام مرد آزاد عورت کی شرعی کُفو نہیں۔ جیسا کہ فِقہ میں تفصیل سے درج ہے۔

[1] حُجّۃ اللہ البالغۃ، جزو دوم مطبوعہ مصر مباحثِ نکاح ص ۹۲

غرض شاہ صاحبؒ جیسے محقّق نے جنہیں مجدّد گولڑویؒ نے علومِ ظاہری و باطنی میں اپنی نظیر آپ فرمایا ہے[1]۔ ذخیرۂ حدیث میں کہیں کُفو کی نفی نہیں پائی بلکہ کفو کے اعتبار کے ساتھ ساتھ کُفو میں اُس شخص کو ترجیح دینے کے بارے میں لکھّا ہے جو دینی و اخلاقی لحاظ سے پسندیدہ ہو اگرچہ مال و جمال وغیرہ کی کمی ہو۔

حضرت امام محمّدؒ اور شیخ ابن قدامہؒ کا کُفو کے بارے میں حضرت فاروقِ اعظمؓ کے فیصلہ سے استدلال، نیز کُفو کے بارے میں احادیثِ نبویّہ

شیخ ابنِ قدامہؒ نے جو حنبلی عُلماء میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں، اپنی کتاب "مغنی مسائلِ نکاح" میں مندرجہ بالا فاروقی فیصلے کا ذکر کیا ہے، تاہم سب سے پہلے اس فیصلہ کا ذکر دُوسری صدی ہجری کے مشہور حنفی مجتہد امام محمّدؒ نے حضرت امام ابُوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہوئے اپنی کتاب "الآثار باب تزویج الاکفاء" میں کیا ہے جس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ "ذی حسب عورتوں کو غیرِ کُفو سے ممانعت کر دُوں گا"۔

اور حسب[2] کا معنی آباؤ اجداد میں اچھے اوصاف کا ہونا ہے مثلاً دینی یا مالی حیثیت

---

[1] ملفوظاتِ مہریہ" مطبُوعہ لاہور ص ۱۰۵

[2] قامُوس المحیط معلوم ہوا کہ حسب و نسب عام خاص مطلق ہیں۔ حسب نسب جمع بھی ہو سکتے ہیں۔ نیز مرقات شرح مشکوٰۃ کتاب النکاح

سخاوت، اچھی سیرت و کردار وغیرہ میں کوئی خصوصیت، اور یہ تمام صفات حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد میں سب سے زیادہ ہیں گو مال کو اُنہوں نے خود اہمیّت نہ دی اور قلبی و رُوحانی دولت کو ہی کافی سمجھا اور حنفیہ نے حضرت عمرؓ کے اِس فیصلہ کی بُنیاد اُن احادیث کو قرار دیا جو مرفوعاً آپؐ سے روایت کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث حضرت جابرؓ سے، دُوسری حضرت عائشہؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت انسؓ سے اور تیسری حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ اور اسی کثرتِ طرق کو صاحبِ "فتح" نے قابلِ حجّت ہونے کا موجب قرار دیا۔ کما یأتی۔

۱۔ الا لا یزوج النساء الا الاولیاء ولا یزوجن اِلا من الاکفاء۔ (ہدایہ بحوالہ دار قطنی و بیہقی)	عورتوں کے نکاح فقط اُن کے اَولیاء کریں اَور بغیر کُفو اُن کا نکاح نہ کیا جائے۔
۲۔ تخیروا النطفکم وانکحوا الاکفاء۔ (مستدرک حاکم)	افزائشِ نسل کے لِیے بہتر اِنتخاب کرو اَور کُفو سے نکاح کرو۔
۳۔ یا علیؓ ثلاث لا تؤخرھا الصلوٰۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوًا۔ (جامع ترمذی وحاکم)	اَے علیؓ تین باتوں میں دیر نہ کرنا نماز جب اس کا وقت آجائے۔ جنازہ جب تیّار ہو جائے اَور بے شوہر عورت جب اس کا کُفو پالے۔

متن اور سندِ حدیث کا مفہوم مشہور محقق کمال الدین ابن ہمامؒ اور امام زیلعیؒ کی مذکورہ احادیث کے متعلق تحقیق اور فیصلۂ فاروقیؓ کی اہمیت

کِسی بھی حدیث کے وُہ الفاظ جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بعینہٖ ارشاد فرمائے آپؐ کا فرمان ہونے کے لحاظ سے یقینی تسلیم کِیے جاتے ہیں۔ اور آپؐ کا کوئی فرمان قرآن مجید یا آپؐ کے اپنے کسی دُوسرے ارشاد کے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جن ارشادات میں بظاہر تعارض نظر آئے تو اُسے نسخ یا تاویل پر محمُول گردانا پڑتا ہے۔ تاکہ آپؐ کا کوئی اِرشاد حتی الوسع متروک نہ ہو۔ البتّہ جن ذرائع سے کوئی حدیث پہنچی ہو اُن میں سے کسی راوی پر جرح و تعدیل ہوسکتی ہے۔ اِس موضُوع پر کئی ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں ہر راوئ حدیث کے بارے میں معلُومات درج ہیں۔

مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ کے متن قرآن و حدیث کے کسی ایسے فرمان کے خلاف نہیں جس میں صراحت کے ساتھ کُفو کی نفی ہو، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور اکابر ائمہ عُلماء کے مذکُورہ اقوال سے ثابت ہوتا ہے۔

راویوں کی جرح اور تعدیل ہر محقّق نے اپنے اپنے نظریہ کے مُطابق کی ہے۔ بہرحال مذکُورہ احادیث ذِکر کرنے کے بعد ساتویں صدی کے مشہُور محقّق جو اربابِ ترجیح میں سے ہیں یعنی اُن حضرات میں سے ہیں جو دو یا زیادہ اقوال میں اپنی تحقیق کے مطابق کسی ایک کو ترجیح دیتے ہیں نیز علّامہ عبدالحی لکھنوی کے مقدّمۂ عمدۃ الرعایۃ کے حاشیہ میں ہے کہ محقّق مذکور رُتبۂ اجتہاد پر فائز تھے یعنی اِمام کمال الدّین ابنِ ہمامؒ جو فقۂ حنفی کی چھٹی صدی

کی مشہور کتاب "ہدایہ" کے شارح ہیں، اُن کی اصل کتاب "فتح القدیر" کی تیسری جلد "کتاب النّکاح باب الکفاۃ" میں مذکورہ حدیثوں کے بارے میں جرح وتعدیل سے واضح ہوتا ہے کہ حدیثِ ترمذی وحاکم جس میں کفو پائے جانے پر عورت کے نکاح کا حکم ہے اسے اِمام حاکم نیشاپوری نے صحیح فرمایا ہے۔ دیگر حدیثوں میں اختلاف کے باوجود محقّق مذکور کا فیصلہ یہ ہے کہ مختلف سندوں اور طریقوں سے روایت ہونا اِس حدیث کی صحت پر گواہ ہے۔ واضح ہو کہ حدیث صحیح ہو یا حسن لذاتہٖ یا لغیرہٖ جو متعدّد طریقوں سے مروی ہو اس سے اِستدلال بالاجماع درست ہے۔ ملاحظہ ہو نخبۃ الفکر اور مقدّمہ مشکوٰۃ از شیخ محقّق عبدالحق محدّث دہلوی نیز خبرِ واحد کا حُجّت ہونا حضرت مجدّد گولڑوی کی متذکرہ بالا کتاب "تصفیہ مابینِ سُنّی وشیعہ" میں بھی بالاجماع ثابت کیا گیا ہے۔ نیز الحافظ البارع العلّامہ جمال الدّین ابی محمّد عبداللہ یوسف الحنفی زیلعی جرح تعدیل کے بارے میں اپنی مشہور کتاب "نصب الرایہ" جلد سوم میں تیسری حدیث (مندرجہ صفحہ ۳۰) کے بارے میں لکھتے ہیں[۱]۔

"یہ حدیث کتاب الجنائز میں امام ترمذی نے حضرت علیؓ سے روایت کی۔ اور اِمام حاکم نیشاپوری نے مستدرک کی کتاب النّکاح میں، اِسی طرح بیہقی نے "سُنن" میں روایت کی اِمام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث بُخاری و مُسلم کے معیار کے مُطابق صحیح ہے اگرچہ اُنہیں تخریج

---

۱ زیلعی کتاب النّکاح فصل فی الکفاءۃ جلد سوم ص ۱۹۶ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ شارع شیش محل لاہور

کا اتفاق نہیں ہوا۔ حاشیہ پر درج ہے کہ امام ذہبیؒ جیسے نقّاد نے بھی امام حاکمؒ کی موافقت کی۔"

پہلی حدیث کے بارے میں حاشیہ زیلعی[۱] میں ہے کہ "فتح القدیر" مباحثِ نکاح وکفو میں اس حدیث کے بارے میں شیخ برہان الدین حلبیؒ کی "شرح بخاری" میں ہے کہ امام بغویؒ نے اِس حدیث کو حسن لکھا ہے نیز اس کی ایک سند میں حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ بھی ہیں جنہوں نے اس مخصوص اسناد کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن سے ہرگز کم نہیں۔ غرضیکہ ان محقّقین کے علاوہ حضرت عمرؓ کا فیصلہ ہی اِن احادیث کی تقویّت کے لیے کافی ہے کیونکہ وُہ حسبِ ارشادِ نبویؐ محدَّث تھے جن کے دِل میں حقیقت کا القاء ہوتا ہے اور صُوفیاءِ کرام اِسے کشف کہتے ہیں جو قرآن وحدیث کی موافقت کی صُورت میں حُجّت ہے جیساکہ حضرت شیخِ اکبرؒ و امام شعرانیؒ کی کتابوں اور علاّمہ عبد الحیؒ کے حاشیہ شرح وقایہ سے ظاہر ہے۔ پھر حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ حکم بھی ہے کہ میری اور میرے خُلفائے راشدینؓ کی سُنّت کی پیروی کرو۔" الغرض "فتح القدیر" میں اِن احادیث کی روشنی میں محقق ابنِ ہمامؒ کا فیصلہ یہ ہے۔

احادِیث کفو سے اخذ ہونے والا نتیجہ اور کفو کے اقسام نیز کفو میں نکاح واجب ہے

ومقتضی الادلۃ التی ذکرناھا — مذکورہ دلائل کا مقتضیٰ وجوب ہے یعنی

۱۔ حاشیہ زیلعی صـ ۱۹۹ جلد سوم

الوجوب اعنی وجوب النکاح الاکفاء۔[1] — کہ کفو میں نکاح کرنا واجب ہے۔

اِسی بحث میں محقّق موصوف شیخ کمال الدّین ابنِ ہمامؒ لکھتے ہیں۔

انہا منہیۃٌ عن تزویجہا نفسہا بغیر الکفوء فان باشرتہ لزمتہا المعصیۃ۔ — یعنی غیر کفو میں نکاح کرنا عورت کو ممنوع ہے اگر وُہ اِس پر اقدام کرے تو اسے گناہ لازم ہے۔

اِس مقام پر محقّق مذکور نے اگرچہ بعض ایسی روایتیں نقل تو کیں کہ فلاں شخص یا گروہ فلاں شخص فلاں گروہ کا کفو ہے۔ مثلاً قریش کے کفو قریش، باقی عرب ایک دُوسرے کے کفو، موالی یعنی غیر عرب ایک دُوسرے کے کفو ہیں، مگر موچی یا حجّام؛ تاہم بعد از تحقیق اُنہیں صحیح حدیث تسلیم نہیں کیا اور اُن سے آخری نتیجہ یہ نکالا کہ جب کفو کا نکاح میں معتبر ہونا ثابت ہو چکا تو یہ معیّن کرنا کہ کون کس کا کفو ہے اِس قاعدہ پر منحصر ہے کہ کون لوگ کن کو رشتہ دینے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ اِس قاعدہ اور تخصیص کے لیے ایک ضعیف روائیت سے تائید مل سکتی ہے اور اِسی بنا پر اِمام محمّدؒ نے عام قریش کو اہلبیتِ خلافت سے تعلّق رکھنے والے قریش کا کفو قرار نہیں دیا۔ اَب محقّق موصوف کا قاعدہ مُلاحظہ ہو۔

فان الموجب هو استنقاص — یعنی کفو کے تعیّن کے سلسلہ میں اصل[2]

---

[1] "فتح القدیر" مطبوعہ مصر جلد سوم مباحثِ کفو صـــ۱۹۳

[2] نکاح میں کفائت معتبر ہے اور کفائیت کا مدار عرف پر ہے۔ فتاوٰی رضویہ جزو ۵ حصّہ سوم، کتابُ النکاح صـــ۱۸۷

اھل العرف فیل ورمعہٗ۔ موجب عرفاً رشتہ دینے والوں کا لینے

والوں کو کسی پہلے مذکور حسبی یا نسبی

حیثیّت سے اپنے سے کم سمجھنا ہے۔

لہٰذا اِسی مدار پر مسئلہ چلے گا۔

اَور یہی الفاظ فقہِ حنفی کے مشہور محقّق علاّمہ شامیؒ نے اپنی مشہور کتاب "رَدّ المحتار شامی" کی مباحثِ کُفو میں لکھّے ہیں[1]۔

اِس سے پہلے صفحات ۱۸ تا ۲۰ میں اِس مسئلہ پر بحث گذر چکی ہے کہ کسی کو اپنے سے کم سمجھنا یا اُس سے رشتہ قائم کرنے میں عار محسُوس کرنا بھی عند اللہ آخرت کے لحاظ سے نہیں، جس کا حقیقی علم خُدا کو ہے، بلکہ دُنیا میں بعض مصالح کی بنا پر ہے تاکہ معاشرتی زندگی میں فساد نہ ہو۔ یہاں اَور بہت سے مسائل میں عرف سے مراد اہلِ دیانت مسلمانوں کا عُرف ہے[2]۔

اَور اُن کا عُرف معرُوفِ شرعی کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اِسلام تو اوّلین

---

[1] دیکھئے "رَدّ المحتار شامی" مطبوعہ مصر جلد دوم صٓ ۴۴۲ نیز فتاوٰی رضویہ بحوالہ فتح وشامی صٓ ۱۷۶ جلد ۵ حِصّہ سوم مسائلِ نکاح

[2] اِس سلسلہ میں علاّمہ ابنِ عابدین شامیؒ کی کتاب "نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف" اَور تقریرات الرافعی الحنفی بر شامی قابلِ دید ہیں۔ نیز فتاوٰی رضویہ جلد پنجم حِصّہ سوم صٓ ۱۷۶۔

شرط اَور کُفو کی بُنیاد ہے اَور کسی مسلمان عورت کا کسی غیر مُسلم سے نکاح ہرگز نہیں ہوسکتا، البتّہ دینداری اور چال چلن، مال اَور پیشہ میں حیثیّت تبدیل ہوسکتی ہے لیکن نسب ایک لازمی اَور دائمی امر ہے اور ظاہر ہے کہ سادات کا نسب افضل ہے جس کی وجہ اُن کی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نِسبت ہے۔ ساتھ ہی دیگر امُور کا لحاظ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ دیانت و اخلاق وغیرہ بھی ساتھ ملحُوظ ہوں۔ جو شخص مذہب اور نسب اَور دیانت، چال چلن کے لحاظ سے عورت اور اس کے خاندان سے کم نہیںؑ۔ اُن کے لِیے مال اور پیشہ کی کِسی قدر کمی مخل نہیں۔ اگر مہر اَور خرچہ دے سکتا ہے۔ تو بڑے مالدار افراد کے لِیے بھی وُہ شرعاً کُفو ہے، البتّہ پیشہ اِتنا گھٹیا نہ ہو مثلاً جولاہا، موچی وغیرہ کیونکہ یہ عُرف میں بزاز، زمیندار اَور تاجر وغیرہ کے لِیے مُوجب عار ہے۔ لڑکی جب گھر والوں کی حالت اَور مذکورہ غیر کفو پر نظر ڈالے گی تو اس کی معاشرتی زندگی پر بُرا اثر پڑے گا۔ اَور کفو کے اعتبار سے شرعی مقصد دُنیاوی لحاظ سے بہتری اَور اِصلاح ہے۔ عند اللہ کرامت کا معاملہ تو آخرت میں ہی معلوم ہوگا لیکن بظاہر ایک شرابی، کبابی، فاسق خواہ کِسی وجہ سے ہو، اچھے خاندان کے لِیے مُوجب عار ہے۔ ہاں اُن لوگوں کے متعلّق کیا کہا جاسکتا ہے جو فقط مال اَور شکل وصُورت کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اَور یہی فانی زندگی جن کے پیشِ نظر ہے خواہ کُفوِ شرعی نہ بھی ہو۔ اُن کا عُرف اِسلامی عُرف نہیں کہا جاسکتا جو کفو میں مُعتبر ہے اَور ساداتِ کرام سے اِس کی توقّع

ؑ فتاوٰی رضویہ حِصّہ سوم کتابُ النکاح ص۱۰۱، ص۱۱۸، ص۱۴۹ مذہب میں اِسلام کے ضروری عقائد بھی شامل ہیں۔

نہیں کی جاسکتی۔ شاذو نادر پر احکامِ شرعی نہیں بدلتے[1]۔ عرب وعجم میں عموماً ساداتِ کرام غیر کفو میں رشتہ کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں۔

ازرُوئے حدیث اَور باتفاق عُلماءِ کرام غیر کفو میں بغیر اذنِ ولی سِرے سے نکاح ہوتا ہی نہیں

چونکہ حضرتِ محقق، صاحبِ ترجیح بلکہ مُجتہد شیخ ابنِ ہمامؒ نے احادیث کی روشنی میں یہی فتوای دیا ہے کہ کفو میں نکاح واجب ہے (مُلاحظہ ہو صفحہ ۳۳) اَور ساتھ ہی متعدد محدّثین نے وُہ احادیث بھی روایت کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشادِ الٰہی اَنْکِحُوْا اَور لَاتُنْکِحُوْا امر اَور نہی میں نکاح کرانے یا نہ کرانے میں عورت کے شرعی ولی، یعنی باپ، اس کے بعد دادا، یہ نہ ہوں تو ان کی اولاد سے جو عورت سے قریب تر ہو جس کی تفصیل فقہ میں موجود ہے، اُن کو مخاطب بنایا گیا۔ اس قرآنی اہمیّت کے پیشِ نظر ان شرعی ولیوں کو نابالغہ کے متعلق تو مطلق اختیار ہے بشرطیکہ لڑکی کے لیے کفو اور مہرِ معرُوف کا خیال رکھیں ورنہ اُن کا پڑھایا ہوا نکاح دُرست نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ باپ دادا کا بھی سُوءِ اختیار ثابت ہو جائے کہ اُس نے کفو وغیرہ

---

[1] ملاحظہ ہو رسالہ حق الایضاح نیز بغیۃ المسترشدین باب الکفاءۃ میں ہے کہ ایسے نکاح پر فتنہ و فساد لازم آتا ہے اَور فتنہ کا سدِّباب لازم ہے قرآن میں ہے وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (فتنہ قتل سے زیادہ شدید تر ہے) سُورۃ البقرۃ، آیت ۱۹۱

کے معاملہ اَور دیگر اُمور میں اپنے مفاد کو لڑکی کے مفاد پر مقدّم رکھا تو وُہ نکاح بھی دُرست نہیں۔ اور اگر بالغہ ہونے پر لڑکی اِس ظلم کی تلافی کرنے میں دقّت محسُوس کرے تو بذریعہ عدالت بھی تلافی کرسکتی ہے۔ اِسی طرح دیگر صُورتوں میں کیا جائے۔ فِقہ کی مشہُور کتاب "تنویر الابصار" ہدایہ اَور اس کی شروح اَور اکثر متون میں یہ مسئلہ واضح ہے، کتاب النکاح مسائلِ کفائت وولائت میں مُلاحظہ ہوں۔ اگر لڑکی بالغہ عاقلہ ہے اَور ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو مندرجہ ذیل حدیث کے مطابق جس میں ولی کے بغیر نکاح کو کالعدم اَور باطل قرار دیا گیا، فقط حنفی عُلماء ہی نہیں بلکہ دیگر علماء مُجتہدین اَور صحابہؓ اور تابعین کی جماعتِ کثیرہ ایسے نکاح کو باطل قرار دیتی ہے۔

تفصیل کے لِیے ترمذی شریف کتاب النکاح حدیث "لا نکاح الا بولیٍ" ملاحظہ ہو۔ ایک اَور روائت میں ہے کہ بغیر اجازتِ ولی نکاح باطل ہے اَور امام ابُو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اِس قول پر صدیوں سے حنفی علماء کا فتوٰی اَور عمل ہے۔ اور فِقہ کی کتابوں "مبسُوط سرخسیؒ" سے لے کر "دُرِ مختار" تک سب ہی میں یہ تحریر ہے کہ غیر کفُو میں بغیر اذنِ ولی نکاح باطل ہے یعنی ہوتا ہی نہیں۔ اگرچہ امام صاحبؒ نے بعض دلائلِ شرعیہ کے پیشِ نظر ابتدا میں یہ فرمایا تھا کہ نکاح مذکُورہ صُورت میں ہو جائے گا لیکن ولی شرعی بذریعہ عدالت اسے ختم کرانے کا حق رکھتا ہے۔ لیکن خیر القرون یعنی ابتدائی دَورِ اسلام کے بعد، جس میں شرعی احکامِ کفُو وغیرہ اَور ولی کی اجازت پر عوام اور عدالتوں میں عموماً عمل تھا لیکن فساد کا وُہ دَور آیا جس میں نہ وُہ مُنصف قاضی رہے نہ عوام میں احکام کا لحاظ باقی رہا۔ چنانچہ اس کے بعد صدیوں سے فتوٰی اِسی قول پر دیا جاتا ہے جو اِمام صاحبؒ کے

شاگرد حضرت امام حسن بن زیادؒ نے آپ سے نقل کیا یعنی ایسا نکاح جس میں ولی کی اجازت نہ ہو غیر کفو میں بالکل باطل ہے" اور جمہورِ اُمت کے اسی فیصلہ کے مطابق حضرت مجدد گولڑویؒ کا فتوٰی عرصۂ دراز سے شائع ہو چکا ہے جس پر کسی بھی مکتبِ فکر سے تعلّق رکھنے والے کی جانب سے کبھی کوئی اعتراض نہیں سُنا گیا، نہ دیوبندیوں سے نہ بریلویوں[1] سے، مگر اِس فتوٰی میں چونکہ صورت یہ تھی کہ ایک غیر عربی شخص نے بالغہ سیّدہ کے اولیاءِ شرعی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تھا اِس لیے آپ نے سوال کے مطابق جواب دیتے ہُوئے فضائلِ خاندانِ نبوّت اور اُن کے ساتھ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت کی وجہ سے شرعی محبّت و تکریم کا ذِکر فرما کر یہ اشارہ کر دیا کہ اگرچہ اِس صورت میں عجمی غیر عربی کی بات ہے مگر عربی بھی ہو تو وُہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد کا کُفو نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تفصیلاً آ چکا ہے۔

---

[1] فتاوٰی رضویہ جلد پنجم میں متعدّد مقامات پر یہ فتوٰی موجود ہے کہ غیر کُفو میں بغیر اذنِ ولی نکاح نہیں ہوتا۔

"خُلاصۂ بحث"

مجدّدِ ملّت اعلیٰحضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا نکاحِ سیّدہ کے بارے مسلک اور دلائل

مذکورہ احادیث اور کفو کی بنا پر کئی ایک محققین مجتہدین کا فتویٰ ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں اور اصل مفتی بھی وُہی لوگ ہیں۔ بعد میں آنے والے ہم لوگ تو ناقل ہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ خُدا قادر ہے کہ کوئی مرتبۂ اجتہاد کو پہنچ جائے مگر بقول علّامہ عبد الحیؒ بحوالہ اقوال علماء کرام بظاہر یہ مشکل ہے جیسا کہ "عمدۃ الرعایہ" میں ہے۔

بہر حال جس بات کی طرف حضرتؒ کے اپنے فتویٰ میں اشارہ اور آپ کے مطبوعہ ملفوظات صفحہ ۱۳۳-۱۳۴ میں صراحت موجود ہے[1]۔ کافی دُوسرے عُلمائے احناف[2] وشوافع[3] بھی

---

[1] تفصیل کے لیئے اِسی رسالہ کے صفحات نمبر ۵۰ تا ۵۵ ملاحظہ کریں۔ [2] کما مرعن "فتح القدیر" باب الکفوء مطبوعہ مِصر [3] فتاوٰی بُغیۃ المسترشدین مِصری مسائِل کفو صفحہ ۱۹۴ میں اِس بارے اختلافِ علماء کرام ومشائخ حضرات ذِکر کرتے ہُوئے باوجُود رضامندی عدم جواز کو ترجیح دی گئی ہے البتہ کسی خاص ضرورت کے بارے آگے ذکر آرہا ہے عبارت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجُود رضامندی عدم جواز بمعنی مُطلق حرام و زنا نہیں ورنہ کفو میں رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے غیر کفو میں جواز کا حکم نہ ہوتا کیونکہ مطلق حرام کی ایسی صُورت میں گنجائش نہیں مکرُوہِ تحریمی ضرور ہے لیکن بصُورتِ عدم رضائے اولیاء نکاح حرام و باطل ہے جیسا کہ حدیث شریف وفِقہ سے تفصیلاً گزر چکا ہے۔ لہٰذا یہ ملحوظ رکھنا لازم ہے کیونکہ ترکِ سُنّت ترکِ واجب ترکِ فرض اور حرام سب کو ناجائز کہتے ہیں۔

یہی کہتے ہیں کہ کسی عورت خصوصاً بالغہ عاقلہ سیّدہ کا نکاح کفو میں واجب شرعی ہے اَور واجبِ شرعی کا ترک مکروہِ تحریمی اَور ناجائز ہے جیسا کہ نور الانوار[1] اور شامی[2] کتاب الطہارت اور دیگر کتبِ[3] فقہ سے ظاہر ہے کہ امرِ شرعی کا اصل مقتضیٰ وجوب ہے۔ اَور آنحضرت صلّی اللہ کے امر کی مخالفت حسبِ ارشادِ الٰہی

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (سورۃ نور، آیت ۶۳)	پس جو لوگ نبی علیہ السّلام کے امر کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اس کا اندیشہ ہونا چاہیئے کہ (دُنیا) میں کوئی فتنہ (یا آخرت میں) دردناک

[1] نورالانوار، بحث امر و نہی وغیرہ سے واضح ہوتا ہے کہ امر کا مقتضیٰ وجوب ہے اور نہی شرعی بھی اپنے ضد واحد کے امر اَور وجوب کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ جب غیرِ کفو میں نکاح سے نہی ہے تو کفو میں نکاح واجب ٹھہرا اَور مذکورہ احادیث میں یا کفو میں نکاح کا امر ہے یا غیر کفو میں نکاح کی منع اَور نہی اَور حدیثِ علیؓ سے کفو کا طلب کرنا لازم معلوم ہوتا ہے جیسے نماز کے وقت پانی کا طلب کرنا لازم ہے جو اِس فرمانِ الٰہی سے واضح ہوتا ہے۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (سُوْرَةُ النِّسَآءِ) طہارت کے لیے پانی نہ پاؤ تو پاک مٹّی کا ارادہ کرو۔

[2] شامی جلد اوّل مصری کتاب الطہارۃ صـ۱۳۶ مکروہاتِ وضو میں ہے کہ عام طور پر مکروہ سے مُراد مکروہِ تحریمی ہوتا ہے اَور وُہ حرام کے زیادہ قریب ہوتا ہے (گو مطلق حرام نہیں) جیسے ایک عورت کی موجودگی میں دُوسری شادی کرنے میں بے انصافی کا خطرہ ہو تو نکاح مکرُوہ و مُوجبِ ملامت ہے گو منعقد ہو جاتا ہے۔ (شامی، جلد ۲ فصل المحرمات ، آیت ۳، سورۂ نساء)

[3] والامر للوجوب ۔ ہدایۃ جلد اوّل صـ۲۲۳ ۔ کتاب الحج

عذاب اُنہیں پہنچے۔

صریح موُجبِ فتنہ اَور دردناک عذاب کا سبب ہے جس پر کوئی مُسلمان مرد یا عورت جرأت نہیں کر سکتا۔ پھر سیّدہ کے اولیاء بھی لڑکی کے ساتھ ہو کر اِس بُرائی کو نہ روکیں اَور اُلٹا تعاون کریں تو تعاون پر گناہ کے برابر مرتکب ہوں گے جو ارشادِ الٰہی۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ، آیت ۲)	اَور مدد کرو ایک دُوسرے کی بھلائی اَور تقوٰی پر، گُناہ اَور ظُلم میں ایک دُوسرے کی مدد نہ کرو۔

کی رُو سے ممنُوع ہے۔ اِس کے علاوہ ایک خصوصی بات یہ بھی ہے کہ ایک عام بیوی کے شرعی حقوق ادا نہ کرنے کے خوف کے پیشِ نظر قرآن مجید نے جہاں چار بیویاں تک رکھنے کی اجازت دی ہے وہاں ساتھ یہ بھی فرما دیا۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً (اَلنّساء آیت ۳) اگر شرعی حقوق ادا نہ کرنے اَور ظلم کا خوف ہو تو ایک ہی بیوی کی اجازت ہے اَور دُوسری سے نکاح کرنا منع ہے اگرچہ ایسا نکاح قائم تو ہو جاتا ہے اَور بہت سے لوگ ایسے نکاح کرتے ہیں مگر شاید وُہ اِس قرآنی جُملہ سے واقف نہیں یا عمدًا اِس پر عمل نہ کرکے خدا کی ناراضگی مول لیتے ہیں۔ پھر اگر بیوی سیّدہ ہو تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نسب کے اِحترام کی وجہ سے کچھ آداب کا بھی تقاضا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ موجُودہ فاسد زمانہ کے رواج کے مُطابق خاوند صاحب سیّدہ بیوی کے خاندان اَور ذات و قوم کو بُرا بھلا کہنے لگیں۔ ایسی صُورت میں تو کُفر تک کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ جس سے اِجتناب لازم ہے۔

فتاویٰ[1] رضویہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام بیوی خاوند کی صورت میں بھی حقوق ادا نہ کرنے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں نکاح ممنوع و ناجائز ہے۔ یہ صورت مکروہِ تحریمی ہے[2] یقین کی صورت میں حرام ہے۔ اور اگر منکوحہ سیّدہ ہو اور اس کے خاندان کو بُرا کہنے کا خطرہ[3] ہو تو خاندان کے لفظ میں بظاہر آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے ساتھ ہزاروں اہلِ کمال سادات کے شامل ہونے کی بنا پر اِس سے کُفر کا خدشہ ہے۔ نعوذ باللّٰہ تعالیٰ۔

جیسے جمعہ کے دن اگر گھر میں بِلا عُذر نماز پڑھی جائے تو نماز ہو جاتی ہے جیسا کہ فقہ میں درج ہے لیکن نمازِ جمعہ کے ترک پر اِتنا گناہ ہے کہ حدیث شریف میں اس سے دل پر مُہر لگ جانے کی سخت وعید[4] آئی ہے جو لعنتِ الٰہی کی علامت ہے۔ اگرچہ ظُہر ساقط ہو جاتی

---

[1] فتاویٰ رضویہ جلد پنجم مطبُوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخشؒ روڈ لاہور حصّہ چہارم ص ۱۶۲، عنوان مسئلہ اطائب التہانی فی النکاح الثانی۔ اِسی عنوان کے تحت بوجہ بعض عوارض مباح کا شرعاً ممنوع ہونا مذکور ہے۔

[2] فتاویٰ رضویہ جلد ۵ مسائلِ کفو و نکاح حِصّہ چہارم ص ۱۶۲ مطبُوعہ مکتبۂ نبویہ لاہور

[3] کچھ اِسی قسم کا واقعہ پمفلٹ "مہر و ادب" ص ۹ مؤلفہ خطیب صاحب ہنسلو لندن میں ہے کہ اُن کے سامنے ایک شخص نے کسی سیّد کی ذاتی غلطی کی وجہ سے کہہ دیا "میں سیّد کی ذات (قوم) سے نفرت کرتا ہُوں"۔ جس پر خطیب صاحب نے اُسے فوراً ٹوکا کہ اِس کلمہ سے تم کُفر تک پہنچ گئے۔ اِس پر وُہ نادم ہوا۔

[4] "مِشکوٰۃ"، باب الجمعہ

ہے اور نماز صحیح ہوگئی۔

شاید انھی وجوہ کی بناء پر غیر کفو میں نکاح کرنے والے، خصوصاً سیدہ اور سادات کے لیئے، ایسی صورت میں جب کہ دونو راضی ہوں، ہمارے حضرت گولڑوی رح کے "ملفوظات" میں جن کا حوالہ اوپر صفحہ ۳۹ پر گذر چکا ہے، مصری فتاوٰے "بغیۃ المسترشدین" میں جس کے کچھ اقتباسات آگے صفحات ۴۵ تا ۴۷ پر درج ہیں، اور رسالہ "حق الایضاح فی شرطیۃ الکفو للنکاح"[1] میں مذمت کے بہت سخت الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں۔

خلاصۂ بحث یہ نکلا:۔

(الف) عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح ولی شرعی کے اذن کے بغیر ناجائز ہے اور سرے سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔

(ب) احادیثِ کفو کے پیشِ نظر عاقلہ بالغہ عورت اور اس کے ولی شرعی کو کفو میں نکاح کرنا چاہیئے خصوصاً شرفِ نسب کی بنا پر ساداتِ کرام کے لیئے یہ بات اور بھی ضروری ہے، ورنہ ولیٔ شرعی کی اجازت کے باوجود کفو کا ترک کرنا اور غیر کفو میں نکاح کرنا مکروہِ تحریمی اور ناجائز ہے۔ جس کی تفصیل اسی رسالہ میں ص ۴۵-۴۶ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

---

[1] حق الایضاح مطبوعہ لاہور ۱۲۴۴ھ ص ۲۷ مؤلفہ قاضی غلام گیلانی شمس آبادی مرحوم، مرحوم مؤلف رسالہ نے بھی غیر کفو میں کسی عورت خصوصاً سیدہ کے نکاح کو مکروہِ تحریمی لکھا ہے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بعض احکام سے کسی کو مُستثنٰی فرمانے کا اختیار

اَور آپؐ کے دَور میں بعض رِشتوں کے بارے میں توجیہہ

زمانۂ نبوّت یا اُس کے متّصِل زمانہ میں بعض رِشتوں کا قائم ہونا اِس لیے مُستثنٰی ہے کہ اُن کی تائید وحیِ الٰہی سے ہونے کا اِحتمال ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بوحیِ الٰہی جلی یا خفی عام حکم سے خود یا کسی کو مُستثنٰی فرمانے کا اختیار ثابت ہے، جیسے ایک صحابی کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت فرما کر آپؐ نے تخصِیص فرما دی کیونکہ اُس نے دُوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دی اَور اپنے لِیے وُہ بکرا بچایا جو پُورے ایک سال کا نہیں تھا اور اس کی قربانی شرعی لحاظ سے منع ہے۔ مگر آپؐ نے فرمایا کہ تیرے لِیے یہ جائز ہے[1]۔

اِسی طرح ایک شخص اعرابی بلا عُذر رمضان کا روزہ توڑنے کے بعد خود سزا پانے کے لِیے آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپؐ نے اُسے ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ جس پر اُس نے عرض کیا کہ سوائے اپنے وُہ کسی کا حاکم نہیں اَور نہ خریدنے کی طاقت ہے۔ پھر دو ماہ لگاتار روزے رکھنے کے بارے میں بھی معذرت کی کہ یہ میرے لِیے مشکل ہے۔ پھر

---

[1] مشکوٰۃ باب الاضحیہ بحوالہ بخاری و مُسلم

[2] مشکوٰۃ شریف بحوالہ بخاری و مسلم کتاب للصوم

ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کا حکم سُن کر کہا "بچے بھوکے ہیں"۔ آخر میں جب آپؐ نے اپنی طرف سے کھجوریں عطا فرما کر اُنہیں محتاجوں میں تقسیم کرنے کا حکم فرمایا تو عرض کی کہ مدینہ عالیہ میں تو مجھ سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں۔ تب ارشاد فرمایا کہ فقط تیرے لیے اجازت ہے کہ اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دے۔ اسی قسم کی اور بہت سی مثالیں بھی منقول ہیں۔ مثلاً حضرت عباسؓ کو قیامِ منیٰ کے حکم سے مُستثنےٰ فرما دیا تا کہ حجّاج کو پانی پلائیں[1]۔ لہٰذا حضور خود کسی صحابیؓ اور رشتہ دار کو کوئی ایسا حکم فرما سکتے تھے جو وقت آنے پر اس پر عمل کر سکتا تھا۔

کتاب بُغیۃ المُسترشِدین مُؤلّفہ مُفتی عبدالرحمٰن حضرمی

سے کچھ تائیدی اِقتباسات

لیس الهاشمی الغیر المنتسب الیه صلّی اللّٰه علیه وسلّم کذریة علی کرم اللّٰه وجهه من غیر فاطمة رضی اللّٰه عنها کفوًا لذریّة السبطین الحسنین ابنی فاطمة رضی اللّٰه عن الجمیع و	جو ہاشمی شخص آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے سِلسلۂ نسب سے نہیں، جیسے حضرت علی کرم اللّٰہ وجہہ کی وُہ اولاد جو حضرت فاطمہ رضی اللّٰہ عنہا سے نہیں، وُہ ہاشمی حضراتِ سبطینِ حسنین فرزندانِ فاطمہ رضی اللّٰہ عنہم

---

[1] مِشکوٰۃ شریف کتاب الحج باب رمیِ ایام التشریق بروایت بخاری و مسلم۔

ذالك لاختصاصهم بكونهم ذرّيته عليه الصلوٰة والسّلام ومُنتمين اى مُنتسبين اليه فى الكفاءة وغيرها۔

کی اولاد کی کفو نہیں اور یہ اِس لِئے کہ ان حضرات کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد ہونے کی خصوصیت اور کفو وغیرہ میں آپؐ کی طرف منسوب ہونے کا خصوصی شرف حاصل ہے۔

اِس کے کچھ بعد تحریر فرماتے ہیں :۔

شريفة علوية خطبها غير شريف فلا اَرٰى جواز النكاح وان رضيت ورضى وليها۔

اگر شریفہ یعنی سیّدہ فاطمیہ علویہ کو غیر سیّد رِشتہ میں لینے کا اظہار کرے تو مَیں ایسے نکاح کو جائز نہیں سمجھتا اگرچہ خود سیّدہ اَور اُس کا ولی بھی راضی ہوں۔

اِس کے بعد عرب شریف میں ایک دو ایسے رشتوں کے ہونے پر تمام سادات کی مخالفت اَور اُن کے ساتھ علماء کرام کے تعاون کا ذِکر کیا ہے جس کی وجہ سے یہ رِشتے ختم ہو کر رہے۔ بعد ازاں لِکھتے ہیں :۔

اِلّا اَن تحققت المفسدة بعدم التزويج فيُباح ذالك للضّرورة كاكل الميتة للمضطرّ واعنى بالمفسدة خوف الزنا او اقتحام الفجرة او التُّهمة ولم يوجد هناك من يحصنها اولم يرغب من ابناء جنسها ارتكابًا لاهون الشرّين واَخفّ المفسدتَين

ہاں اگر غیر کفو میں نکاح نہ کرنے سے کوئی شدید فساد لازم آتا ہو تو یہ نکاح بوجہ ضرورت مباح ہو گا، جیسے مُضطر آدمی کو جان بچانے کے لئے کچھ کھانے کو نہ مِلے تو مُردار کھانا بھی مباح ہے اَور فساد سے مُراد یہ ہے کہ سیّدہ کی کفو جنس سے کوئی سیّد مرد وہاں ایسا نہ ہو جو بذریعہ نکاح

"بُغیۃُ المُسترشِدین" مطبوعہ مطبعہ المیمنیۃ مصر، ۱۳۰۹ھ صفحات ۹۴-۱۹۳)

سیّدہ کی عِفّت محفوظ رکھّے یا سرے سے کُفو سے کسی نے رشتہ کی طرف رغبت ہی نہیں کی اَور سیّدہ کو زنا یا بدکاروں کی مداخلت اَور تہمت سے خوف ہو۔ یہ اباحت بھی اِس لئے ہے تاکہ بڑے شرّو فساد سے بچنے کے لِئے چھوٹے شر کا اِرتکاب ہو۔

اگر بوجُوہِ مذکورہ ساداتِ بنو فاطمہ سے رشتہ کرنا ممکن نہ ہو تو عربی قبائل سے مثلاً علوی ہاشمی، خُلفائے راشدین رضؓ کی اَولاد یا کم از کم انصارِ مدینہ کی اولاد سے اِنتخاب ہونا چاہیئے جیسا کہ کچھ دیگر عُلمائے کرام نے بھی اپنی تصانیف میں تصریح فرمائی ہے۔ (مؤلّف)

اِجتہادی مسائل میں اختلاف کی گنجائش اَور تشدّد کی ممانعت

اِجتہادی مسائل میں وُہ مُجتہد، جو شرعی طور پر اجتہاد کی ایسی اہلیّت رکھتا ہو جِس کے بارے میں بحث اُوپر گذر چکی ہے، اسے کسی دُوسرے مجتہد سے اختلاف کرنے کی گنجائش موجُود ہے اَور تاویلِ شرعی ہوسکتی ہے لیکن جہاں تک کسی مُجتہد کے مقلدِین کا معاملہ ہے جیسا کہ ہمارے علاقے کے لوگ بالعمُوم اہلسنّت حنفی ہیں، ان کے لِیے حنفی مجتہدین علماء کا فتویٰ ہی پیش کیا گیا ہے جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ اَور اس میں فقط مجدّد گولڑوی ہی منفرد نہیں بلکہ خود مُجتہد اَور محقّق حنفی عُلماء مثلاً حضرت مُجتہدِ ملّت اِمام مُحمّد حضرت شمسُ الائمہ محمّد سرخسیؒ، مشہُور صاحبِ ترجیح بلکہ مُجتہد محقّق ابنِ ہمامؒ کے علاوہ

اہلسنّت شافعی عُلماء بھی یہی مسلک رکھتے ہیں جن کی کتابوں کے حوالہ جات گذر چکے ہیں۔ اَور حضرت فاضلِ اجلّ محقّق علّامہ احمد رضا خان بریلویؒ کے عقیدت مند عُلماء بھی بعض مسائل میں سابقہ اصُول کی بناء پر یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ آخر حضرت امام اَبُوحنیفہؒ اَور اُن کے شاگردوں کے درمیان بھی تو اِختلاف ہے۔

بطور نمونہ "فتاوٰیٔ نوریہ"[1] مؤلّفہ حضرت مُفتی محقّق مولٰینا نوراللّٰہ بصیرپوریؒ کو بھی مُلاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا مسائلِ مذکورہ میں اگر کِسی حنفی محقّق عالم کو اختلاف ہو تو دُوسری طرف بھی مجتہدین محقّقین حنفی عُلماء و مشائخ کرام ہیں اَور اربابِ اجتہاد کا اختلاف صحابہ کرامؓ کے دَور سے آرہا ہے جس کی وجُوہات کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللّٰہ محدّث دہلویؒ کی مشہُور کتاب "الانصاف فی سبب الاختلاف" کا حوالہ صفحہ ۲۶ پر گذر چکا ہے اجتہادی مسائل میں ایسا تشدّد جو قطعی مسائل کے بارے میں ہونا چاہیئے۔ اہلسنّت کے نزدیک ٹھیک نہیں، خصُوصاً اس نازک دَور میں جب کہ اہلِ کُفر کے مقابلے میں مختلف مکاتبِ فکر کے اہلِ اِسلام کو متّفق علیہ اُمُور کی بناء پر متّحد ہونا ضروری ہے اگرچہ باہمی فروعی اِختلافات رکھتے ہوں[2]۔

---

[1] دیکھئے "فتاوٰی نوریہ" حِصّہ سوم ص ۴۶۹

[2] اِس ضمن میں اعلیٰحضرت گولڑویؒ کی کتاب "اِعلاءِ کلمۃُ اللّٰہ" (مترجم) کا یہ اقتباس مندرجہ ص ۱۳۸ ملاحظہ کیا جائے:۔

"عُلماءِ کرام کو چاہیئے کہ اپنی تمام توجّہ اَور سعی حسبِ اقتضائے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ "اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر" میں صرف فرمائیں۔ نہ یہ کہ عوام کالانعام کے کافر بنانے میں ہی پُورے جوش کا اظہار کرتے پھریں سِراج المنیر میں ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں بہت سے وجُوہ کفر کے مقتضی ہیں اَور صرف ایک وجہ کُفر کو منع کرتی ہے تو مُفتی کو مُسلمان پر حُسنِ ظن رکھتے ہوئے اِسی ایک وجہ کی طرف میلان کرنا چاہیئے"۔

(اِعلاءُ کَلِمَۃِ اللّٰہِ فِی بَیَانِ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔ پانچواں ایڈیشن)

(مطبُوعہ جنوری ۱۹۸۵ء)

سب مُسلمان جانتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دَور میں بعض افراد کا نفاق واضح بھی ہو گیا لیکن پھر بھی بظاہر اُن کے کلمۂ شہادت پڑھنے کی بنا پر اُنہیں سچّے مُسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کرنے سے نہیں روکا گیا اَور جب اِس موجُودہ دَور میں کسی کے نفاق کا قطعی علم ہونا بڑا مشکل ہے تا وقتیکہ وُہ خود ظاہر نہ کریں تو ان کے ساتھ اسلام کے بُنیادی امُور کے لیے مِل کر کام کرنا شرعاً ہرگز ممنُوع نہیں، بلکہ جو باتیں مسلمان فرقوں میں متفق علیہ ہیں خصُوصاً حدُود و قصاص، ارکانِ اِسلام وغیرہ، اُن پر زور دینے کی بجائے فروع میں اُلجھنا ٹھیک نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضُور سیّد الاوّلین والآخرینؐ کے صدقے میں مسلمانوں میں دین کے لیے اتّحاد کا وُہ جذبہ پیدا فرمائے جو ارشادِ الٰہی "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (سُورۃ آلِ عمران آیت ۱۰۳) کا مفہُوم ہے کہ حبل اللہ یعنی اِسلام اَور قرآن و سُنّت پر مُتحد ہو جاوٴ اَور ضروریاتِ دین میں اختلاف نہ کرو۔ اَور مندرجہ ذیل ارشادِ الٰہی کا واضح مفہُوم بھی یہی ہے۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔	اَور اللہ اَور اس کے رسُولؐ کا حکم مانو اَور آپس میں نہ جھگڑو۔ پس کم ہمّت ہو جاوٴ گے اَور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔

(سُورۃ الانفال، آیت ۴۶)

کتبہ الفقیر الی اللہ الصّمد فیض احمد عفی عنہ مقیم دربار گولڑہ شریف
مُفتی و اوّل مدرّس جامعہ غوثیہ مہریہ

۷۔ محرّم الحرام ۱۴۱۱ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خاتمہ بطور "ختامہ مسک"

از فتاویٰ[1] مجدّدِ ملّت پیرِ طریقت خواجہ مہر علی شاہ گیلانی قادری چشتی قدس سرہ العزیز

الاستفتاء

چہ مے فرمائند عُلمائے دین و مُفتیانِ شرعِ متین اندریں مسئلہ کہ مسمّٰی محمّد خان ساکن ملھوٹ بہ حکم و اجازت مولوی عبدالحق ساکن ملھوٹ بہ یکے از ہاشمیات سیّدات فاطمیات عقدِ نکاح و ازدواج نمود غیر مسترضی من احد من الولاۃ القریبۃ او البعیدۃ ھل یجوز ھٰذا النکاح ام لا۔

الجواب ھو الموفق للصدق والصواب

نکاح مذکور جائز نیست و مُفتی بجواز نہ تنہا بر ولاۃ سیّدہ ظلم روا داشتہ بلکہ بر کافہ اہلِ اسلام کہ بمقتضائے آیت۔ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِی الۡقُرۡبٰی" وبفحوائے حدیث "لایومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔" مودّۃ و حُبِّ قرابتِ نبویّہ را بر خود فرض و از اصُولِ ایمان مے شمارند

---

[1] فتاویٰ مہریہ مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۳۳

جورِ بے حد وستمِ بعید نمودہ چہ پرظاہر است کہ در صحتِ نکاح سیّدہ ہاشمیہ فاطمیہ در غیر کُفو بناءً علی المودة المحبة المذکوة ہزارہا دل بوجہِ ہتکِ حرمتِ اہلِ بیت رنجیدہ وشکستہ خواہند بود متون فقہ مملو اند ومشحون از عدم ایں چنیں نکاح لعدم کفاءةٍ لعجمی لایکون کفواً للعربیة ولوکان عالماً اور سلطاناً وھوالاصح در مختار[1] ویفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلاً وھوالمختار للفتوٰی لفساد الزمان پس در صُورتِ مسطُورہ صحبت صحبت زنا خواہد بود۔ لہٰذا بر اہلِ اسلام لازم کہ سیّدہ را از عجمی جُدا کنانند ومفتی صاحب را واجب کہ آئندہ باہم چنیں افتاآت کہ مستلزمِ ہتکِ حُرمتِ شانِ اہلِ بیتؑ باشند توجہ نہ نمایند ومتمسّک نباشند بدیں کہ سیادتِ قطعیہ نیست فان عدم قطعیة السیادة لایستلزم قطعیة عدم السیادة فرائحتہا تکفی

---

[1] واضح ہو کہ حضرتؒ نے دُرِّ مختار کے علاوہ دیگر کُتبِ فقہ کا بطور اشارہ ذِکر فرمایا ہے۔ یہاں چھٹی صدی سے مشہور متداول کتاب "ہدایہ"، جس کے شروح حواشی اکابر علماء محدّثین نے لکھے ہیں اس کی عبارت بابُ الاولیاء والاکفائے سے ملاحظہ ہو۔ وعن ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ انہ لایجوز فی غیرالکفوء لانہ کم من واقع لایرفع ، ترجمہ۔ یعنی (خلاصہ یہ ہے کہ) حضرت امام ابُوحنیفہؒ اور امام ابُویُوسفؒ سے مروی ہے کہ غیرِ کُفو میں بغیر رضامندیِ ولی اِس لیے نکاح نہیں ہوتا کہ ورثا بعض اوقات عدالت تک معاملہ لے جانے کی اِستطاعت نہیں رکھتے، یا انصاف کی توقّع نہیں ہوتی اور ایسی صُورت میں لوگ قانون کو ہاتھ میں لینے پر مجبُور ہو جاتے ہیں اور فِتنہ وفساد لازم آتا ہے جس کا سدِّباب حکُومت پر لازم ہے۔

مصادرة فی موجبات الهتك علی المحب اعاذنا الله منه فکیف حال الواد
وقد طلب صلّی الله علیه وسلّم منا المودة فی قرابته قال العامری۔

احب لحبها السودان حتیٰ   احب لحبها السود الکلاب

وقال الشیخ الاکبر قدس سرہ الاطہر فی ھٰذا المعنی ۔

احب لحبك الحبشان طرًا   واعشق لاسمك البدر المنیرا

قیل کانت الکلاب السود تنا ولته وھو یتحبب الیھا اعنی المجنون
فھٰذا فعل المحب فی حب من لا یفیدہ محبته عند الله فھل ھذا الا من
صدق المحبة وثبوت الود فی النفس ولو صحت محبتك لله ولرسوله
صلّی الله علیه وسلّم ورأیت کل ما یصدر منھم فی حقك مما لا یوافق
طبعك ولا غرضك انه حمال تتنعم بوقوعه منھم فتعلم عند ذالك
ان ھذا عنایه من الله الذی احببتم من اجله (الی ان قال) والله ما
ذالك الا من نقص ایمانك ومن مکر الله بك واستدراجه ایاك
من حیث لا تعلم وصورة المکران تقول وتعتقد انك فی ذالك
تذب عن دین الله وشرعه۔ والسّلام خیر الختام

العبد

الملتجی الی الله الصمد عو به مھر علی شاہ عفی عنہ الله

ترجمہ

کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اِس مسئلہ میں کہ مسمّی محمّد خان ساکن ملہوٹ نے مولوی عبدالحق ساکن ملہوٹ کے حسبِ حکم و اجازت ایک سیّدہ ہاشمیہ فاطمیہ سے نکاح کیا ہے۔ اَور کسی قریبی اَور بعیدی ولی کی رضامندی اِس پر نہیں، کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں۔

الجواب وھو الملھم للصدق والصواب

نکاحِ مذکور جائز نہیں۔ اَور جواز کا فتوٰی دینے والے نے فقط سیّدہ مذکورہ کے ورثاء پر ظلم نہیں کیا بلکہ تمام اہلِ اسلام پر بھی ظلم کیا ہے۔ کیونکہ حسبِ ارشادِ الٰہی اَور حدیثِ مذکورہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اہلِ قرابت سے محبّت رکھنا تمام اہلِ اِسلام اصُولِ ایمان سمجھتے ہیں۔ اَور ظاہر ہے کہ نکاحِ مذکورہ کی وجہ سے ہزارہا دِل اہلِ بیت کی ہتکِ حُرمت سے رنجیدہ ہوں گے۔ اَور تمام متونِ فقہ اِس قسم کے عدم جواز پر متّفق ہیں کیونکہ یہ نکاح غیرِ کفو میں ہے[1] جیساکہ دُرِّمختار سے نقل ہوا پس صُورتِ مذکورہ میں یہ صُحبت زنا ہوگی۔ لہٰذا اہلِ اِسلام پر لازم ہے کہ سیّدہ کو عجمی سے جُدا کرائیں۔ اَور مُفتی پر پر لازم ہے کہ آئندہ اِس قسم کے فتووں سے اِجتناب کرے جن میں ہتکِ حرمتِ اہلِ بیتِ کرام ہو۔ اَور یہ وجہ پیش نہیں کرنی چاہیئے کہ سیّدہ کا اولادِ رسُولؐ سے ہونا یقینی نہیں۔ کیونکہ اگر اس امر کا یقین نہیں تو یہ یقین کہاں سے حاصل ہوگیا کہ وُہ غیر سیّدہ ہے۔ لہٰذا سیادت

---

[1] اَور ولی شرعی کے اذن کے سوا غیر کفو میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا جس کی تفصیل رسالہ میں بھی گذر چکی ہے۔ مؤلّف

کی بُو بھی محبّت والے پر ہتکِ حُرمت سے مستوجبِ سزا ہونے کے لیے کافی ہے۔ خُدا کی پناہ چہ جائیکہ مدّعیٔ مودّت ایسا کرے۔ قیس بن عامر کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کی محبت میں سیاہ حبشیوں سے محبّت کرتا ہُوں حتیٰ کہ سیاہ کُتّوں سے بھی۔ اہلِ ادب کے لیے تھوڑی سی نسبت بھی کافی ہے۔ خیال کرنا چاہیئے۔ چنانچہ شیخ محی الدّین اکبر رضی اللہ عنہ اسی بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سیاہ کُتّے مجنوں کو تکلیف پہنچاتے تھے مگر وُہ اُن سے محبّت کرتا تھا کیونکہ اس کی معشوقہ لیلیٰ کے نام کو لیل یعنی رات سے مُناسبت تھی جو سیاہ ہوتی ہے حالانکہ یہ محبّت خدا کے نزدیک کچھ مُفید نہیں۔ پس اہلِ بیتؑ کرام کی محبّت اور مودّت جس کا امر ہمیں سرکارِ مدینہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی طرف سے ہُوا۔ اور جو ہمیں خدا کے نزدیک مفید ہے اس کی کم از کم اتنی رعایت تو لازم ہے جتنی ایک مجازی محبّت والا کرتا ہے۔ پس اگر تیری محبّت اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے رسُولؐ سے سچّی ہے تو ضرور حضُورؐ کی اہلِ بیت کو دوست رکھے گا۔ اور اُن سے جو امر تیری طبع کے خلاف واقع ہوگا اسے یہ سمجھتے ہوئے کہ تقدیرِ الٰہی ایسے ہی تھی۔ لہٰذا اہلِ بیتؑ سے تکلیف پہنچنے میں لذّت محسُوس کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی عنایت سمجھے گا جس کی وجہ سے تُو نے اہلِ بیتؑ سے محبّت کی۔ پھر حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ اہلِ بیتؑ کی حُرمت کا خیال نہ کرنے میں مکرِ الٰہی کی ایک صُورت یہ بھی ہے کہ تیرا خیال ہے کہ میں دینِ الٰہی کی حفاظت کر رہا ہُوں۔

اِقتباس از "مَلفُوظاتِ مِہریہ" صفحات ۱۳۴-۱۳۳

ملفُوظ ۱۸۱

ایک دفعہ حضُورِ انور قدس سرّہٗ بکرالہ تشریف لے گئے۔ وہاں راجہ محمّد خاں علاقہ دار

ورئیس بکر اللہ نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر میاں محمدّ صاحب کھڑی والہ کی طرف سے سلام پیش کیا اَور اُمّتی مرد کے ایک سیّدہ کے ساتھ نکاح کے متعلّق ایک فتوٰی جواز کا ذِکر کیا جو موضع چکڑالی میں ایک ایسے واقعہ کے بعد بعض عُلماء نے دیا تھا اَور خدشہ ظاہر کیا کہ ایسے فتاوٰی سے دُنیا میں طوُفانِ بے ادبی پیدا ہوگا۔ حضورؒ نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا کہ ایسے گُستاخ اَور بے اَدب ہمارے پاس آنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ جو لوگ عترتِ نبوّت سے بے ادبی کرتے ہیں وُہ ازلی بدبخت ہیں۔ نہ وُہ ہمارے پاس آتے ہیں اَور نہ ہی ہم اُنہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے مُفتی صاحبان بھی عجیب ہیں۔ اگر کوئی لفظِ عالَم کو بصیغۂ تصغیر عویلم پڑھ دے یا عُلماء کے جُوتوں کی توہین کر دے تو ایسا کرنے پر تو وُہ فوراً کُفر کا فتوٰے صادر کر دیتے ہیں۔ مگر سفینۂ محمدّی کی بے حُرمتی کرنے والے کو وُہ کچھ نہیں کہتے۔ حالانکہ عُلماء کا شرف بوصفِ عِلم ہے جو ذاتی نہیں۔ اَور بغیر عمل کے جس کی کوئی وقعت نہیں۔ اِس کے برعکس اہلِ بیتِ نبیؐ رضؓ کا شرف ذاتی ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف اِنتساب کی وجہ سے اُنہیں موہُوب ہوا۔

("ملفُوظاتِ مِہریہ" تیسرا ایڈیشن مطبُوعہ اپریل ۱۹۸۶ء)